JAWAD

پاگل سا میرا ڈھول ماہیا..........سمیرا شریف طور

وہ کمرے میں داخل ہوئیں تو سیدھی نظر بستر پر آڑھے ترچھے لیٹے بیٹے پر جا پڑی۔ کشن میں سر دیئے وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر نیند کی وادیوں میں غرق تھا۔ بایاں بازو نیچے لٹک رہا تھا جب کہ کمبل تو تھا ہی زمین بوس۔ صرف ایک کونا اس کے بازو کے نیچے دبا ہوا تھا۔

''توبہ ہے یہ لڑکا اتنا بڑا ہو گیا ہے مگر ابھی تک اسے سونا نہیں آیا۔'' وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائیں۔ لاڈلے بیٹے سے نظریں ہٹا کر اب انہوں نے ایک تفصیلی نگاہ چاروں جانب دوڑائی۔ کل دوپہر سے لے کر اب تک صرف چوبیس گھنٹوں سے بھی کم وقت میں کمرے کی حالت بدل چکی تھی۔ کتابیں ریک کی بجائے سینٹرل ٹیبل بستر اور قالین پر رونق افروز تھیں۔ گیلا استعمال شدہ تولیہ صوفے پر گولا بنا ہوا تھا۔ ایک جوتا بستر کے قریب تھا تو دوسرا باتھ روم کے دروازے میں الٹا پڑا ہوا تھا۔ رات کو بدلا جانے والا لباس صوفے کے ہتھے پر دھرا ہوا تھا۔ ان کی طبیعت پر یہ پھیلاوا بہت گراں گزرا۔ بعض اوقات اکلوتا بیٹا ہونا بھی عادتیں بگاڑ دیتا ہے۔ وہ خود تو اچھی خاصی سلیقہ مند، سگھڑ اور نفیس طبیعت کی مالک تھیں۔ صفائی پسند بھی بے انتہا تھیں بلکہ ان کی بڑی دونوں بیٹیاں بھی ان ہی کا پرتو تھیں۔ شوہر عالم صاحب بھی انہی جیسے تھے مگر یہ داؤد عالم نجانے کس پر چلا گیا تھا۔ مجال تھی جو طبیعت میں نفاست ہو۔ بے انتہا لاپرواہ تھا۔ اس وقت بھی دن کے بارہ بجے وہ لپے گدھے گھوڑے کیا بلکہ لگتا تھا جیسے پورا اصطبل بیچ کر سویا ہوا ہو۔ کل ہی دس بجے کے قریب وہ کوئٹہ سے لوٹا تھا۔ شام کو دونوں بہنیں بھی اپنے بچوں اور شوہروں سمیت بھائی سے ملنے آ گئی تھیں۔ رات گئے تک وہ سب لاؤنج میں محفل جمائے بیٹھے رہے تھے۔ دو بجے کے قریب سب سونے کو اٹھے تھے اور ابھی تک غافل پڑے ہوئے تھے۔ عالم صاحب کو تو آفس جانا تھا وہ صبح سویرے ہی چلے گئے تھے۔

جبین اور حنا دونوں کے شوہر بھی اپنے کاروبار والے تھے۔ وہ بھی نو بجے کے قریب چلے گئے تھے جب کہ دونوں بہنیں بچوں سمیت دو دن کے لیے ٹھہر گئی تھیں۔ ناشتہ کر کے گھر کی صفائی دھلائی کے بعد وہ دونوں اپنے بچوں سمیت قریب ہی واقع اپنے چچا کے گھر روانہ ہو چکی تھیں۔ اس وقت وہ گھر پر اکیلی تھیں۔ کافی دیر تک داؤد کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے کے بعد انہوں نے خود اس کے کمرے کا چکر لگایا تھا مگر کمرے کی حالت دیکھ کر وہ حقیقتاً چکرا کر رہ گئی تھیں۔

''داؤد! اب اٹھ جاؤ......بہت سو لیا۔ جلدی کرو اٹھو شاباش.....'' کمرے میں بکھری کتابیں سمیٹنے کے بعد وہ اس کے سر پر آ کھڑی ہوئیں۔

''کیا ہے امی.....سونے دیں ناں......اتنے دنوں بعد تو گھر کی نیند میسر آئی ہے۔'' نیند سے بوجھل آواز میں کہتے اس نے کمبل سر تک لینا چاہا مگر تجمل بیگم نے ایک دم کمبل اس کے ہاتھ سے کھینچ لیا۔

''بہت بری بات ہے داؤد! تمہاری تو سب عادتیں ہی بگڑ چکی ہیں اور تمہاری بہنوں نے مجھے ذرا بھنک نہیں پڑنے دی۔ تم وہاں بھی یقیناً یہی سب کرتے رہے ہو گے.....'' انہوں نے سخت آواز میں کہا تو وہ نیند سے بوجھل آنکھیں کھول کر انہیں دیکھنے لگا۔ لبوں پر خود بخود دلفریب مسکراہٹ ابھر آئی۔ کہنیوں کے بل اٹھتے ہوئے بیڈ کی کراؤن سے پشت ٹکائی۔

''او پیاری امی جی! جانے دیں وہاں کا پوچھیں ہی نہیں......وہ تو حنا ہر ہفتے چکر لگا لیتی تھی تو سہولت ہو گئی تھی ورنہ......آپ اور ابو کے بغیر وہ فلیٹ مجھے کاٹ کھانے کو دوڑتا تھا۔ بس جی چاہتا تھا کہ اڑ کر آپ کے پاس پہنچ جاؤں۔ بڑی مشکل سے بھاگ دوڑ کر کے افسران سے مل کر اپنا یہاں ٹرانسفر کروایا ہے۔'' تجمل بیگم نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر کمبل تہہ کرنے لگیں۔

''چلو وہاں سے تو جان چھوٹی۔ کب سے چارج لے رہے ہو یہاں کی برانچ کا؟'' تیزی سے ہاتھ چلاتے کشن زمین اور بستر سے سمیٹتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔

''ایک ہفتے کے بعد۔ یہ چھٹیاں بھی منتیں کر کے ملی ہیں۔ قسم سے امی وہ کوئٹہ کی برانچ کا آفیسر بڑا اخرانٹ ہے۔ اس کا بس چلے تو وہ اتوار تو ایک طرف عید بقرعید پر بھی آفس میں ہی بلائے۔'' ہاتھوں کی انگلیوں سے اپنے گھنے مگر بکھرے بالوں کو سمیٹتے وہ بستر سے اترا۔

''کپڑے نکالوں.....؟'' اسے باتھ روم کا رخ کرتے دیکھ کر انہوں نے پوچھا تو وہ سر ہلا گیا۔ انہوں نے کپڑے نکال کر اسے تھمائے اور اس کے میلے کپڑے اٹھا کر ہاتھوں میں لیے۔

''ناشتے میں کیا لو گے؟'' وہ بہت خوش خوراک تھا پھر کتنے مہینوں بعد یہاں دوبارہ سیٹل ہونے کے بعد شاید پہلی دفعہ ماں ناشتے کا پوچھ رہی تھیں۔ وہ مسکرا دیا۔

''پراٹھا اور وہ بھی آلوؤں کا۔ قسم سے بہت دن ہو گئے ہیں آپ کے ہاتھوں کی کوئی چیز کھائے ہوئے۔ فریج میں رکھے باسی کھانے کھا کھا کر طبیعت بھی باسی ہی ہو گئی ہے۔'' وہ ہنس دیں۔

''ٹھیک ہے تم نہا لو اتنی دیر میں تمہارے لیے پراٹھے بناتی ہوں۔'' وہ کمرے سے نکل گئی تھیں جتنی دیر میں وہ نہا کر تیار ہو کر باہر آیا تھا۔ وہ گرما گرم خستہ کرارے پراٹھے لاؤنج میں ہی لے آئی تھیں۔

''واہ! ماں ہو تو ایسی۔ جیسی امی جی! ایسی خوشبو بھلا حنا کے پکے باسی کھانوں میں کہاں تھی۔'' خوشبو سونگھتے ہی اس کا معدہ ایک دم متحرک ہوا تھا۔ امی ہنس دیں۔ وہ قالین پر بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے وہیں چھوٹی تپائی پر ٹرے رکھی۔

''جانتی ہوں میں کتنے نادیدے ہو تم......خاص طور پر ماں کو بنانا تو تمہیں خوب آتا ہے۔'' انہوں نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگاتے پاس کی جگہ بنائی۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا تھا۔

''خدا کی قسم امی! میری کیا اوقات کہ میں آپ کو بناؤں۔ واہ واہ! تعریف تو اس ہستی کی ہے جس نے آپ کو بنایا ہے۔ اتنے لذیذ کھانے بنانے والی والدہ محترمہ کو......واہ۔'' نوالہ تو ذکر منہ میں رکھتے وہ ہانک رہا تھا۔ وہ مسلسل مسکراتی رہیں۔ آج کتنے دنوں بعد اسے اپنے سامنے یوں ناشتہ کرتے دیکھ کر ان کا سیروں خون بڑھا تھا۔ ابھی ایک مہینہ پہلے ہی تو وہ مل کر گیا تھا مگر وہ آمد بھی صرف دن کی تھی۔ اگلی صبح سویرے ہی بغیر ناشتہ کیے اس نے رخت سفر باندھ لیا تھا اور اب وہ مستقل یہاں سیٹل ہو گیا تھا۔ ان کی آدھی فکر تو ختم ہو گئی تھی۔ جب سے وہ یہاں عالم صاحب کے ساتھ آئی تھیں ہر وقت دھیان داؤد میں ہی اٹکا رہتا تھا۔ اس کے کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے کی فکر ہر وقت سر پر سوار رہتی تھی۔ روز فون کر کے اسے ہدایات دیتی تھیں۔ وہ تو شکر تھا کہ حنا وہاں قریب ہی رہتی تھی۔ روز وہاں کا چکر لگا لیتی تھی مگر جیسا خیال وہ خود رکھتی تھیں وہ حنا سے اپنی گھریلو ذمہ داریوں میں کہاں ممکن تھا۔ اب انہوں نے شکر ادا کیا تھا کہ اس کا ٹرانسفر یہاں ہو گیا تھا۔ ناشتے کے بعد انہوں نے اسے چائے بنا کر دی تھی۔ وہ ٹی وی آن کر کے بیٹھ گیا تو وہ کچن کا پھیلاوا سمیٹنے لگیں تب ہی فون کی بیل بجی۔

''داؤد! دیکھنا ذرا کس کا فون ہے؟'' انہوں نے وہیں سے صدا لگائی تھی۔ داؤد آواز دھیمی کر کے فون کی طرف بڑھ آیا۔

''ہیلو۔'' ریسیور کان سے لگاتے اس نے کہا۔

''السلام علیکم۔'' بھاری نسوانی آواز تھی۔ اس نے ریسیور کو گھورا۔

''وعلیکم السلام۔ جی آپ کون اور کس سے بات کرنی ہے؟''

''مجھے تجمل سے بات کرنی ہے۔ پلیز انہیں بلوا دیں۔ میں نسرین بول رہی ہوں۔'' دوسری طرف سے کافی مہذب انداز میں کہا گیا تھا۔

''جی اچھا ہولڈ کریں۔ میں انہیں بلاتا ہوں۔'' ''امی! آپ کا فون ہے۔ کوئی نسرین صاحبہ ہیں آپ کو بلا رہی ہیں۔'' اس نے وہیں ریسیور رکھ کر امی کو آواز دی تو وہ نسرین کا نام سن کر فوراً باہر نکل آئی تھیں۔

''ارے نسرین! تم......تم نے کیسے زحمت کر لی میرے گھر فون کرنے کی۔'' اس نے دوبارہ صوفے پر بیٹھ کر اپنی آنکھیں ٹی وی اسکرین پر جما دیں۔ آواز مدہم ہی رکھی کہ امی فون کر رہی تھیں۔

''نہیں۔ میں تو آنا چاہ رہی تھی مگر عالم صاحب ہی فارغ نہیں ہوتے پھر گھر کی سیٹنگ میں ہی کہیں نکلنے کی فرصت کہاں ملتی ہے۔ اب تو ماشاء اللہ داؤد بھی یہیں آ گیا ہے۔ میں کسی دن وقت نکال کر آؤں گی۔ تم سناؤ گھر میں سب تو خیریت ہے نا۔ ماریہ کا کیا حال ہے۔'' بہت محبت سے وہ گفتگو فرما رہی تھیں۔ داؤد کا لاشعوری طور پر دھیان اسی جانب تھا۔

''ارے جانے دو۔ اس عمر میں سب لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں لاپرواہ سی۔ تم خوامخواہ ہی پریشان ہو رہی ہو۔ بچی ہے جب شادی ہو گی سنبھل جائے گی۔ اللہ نے عورت کی فطرت میں بڑی لچک رکھی ہے۔ وہ ہر طرح کے ماحول میں ڈھلنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ جب ذمہ داریاں کندھوں پر آ پڑتی ہیں تو سارا بچپنا سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ جاتا ہے۔'' وہ بہت چاہنے کے باوجود خود کو امی کی گفتگو سننے سے باز نہیں رکھ پایا تھا۔ اسے دوسری جانب کون شخصیت ہیں؟ کچھ کچھ اندازہ ہو رہا تھا اور کن محترمہ کا ذکر ہو رہا ہے وہ اصل نکتے تک پہنچ گیا تھا۔ ایک گہری سانس لی۔ ''یا اللہ خیر۔'' اندر ہی اندر اس نے دعا مانگی۔

''رہنے دو۔ ابھی اس کو تعلیم سے تو فارغ ہو جانے دو پھر تمہیں جلدی کاہے کو ہے۔'' اب کے امی نے کچھ جھنجلا کر کہا تھا۔ داؤد نے بغور انہیں دیکھا۔ ایسی ہی جھنجلاہٹ ان کے چہرے سے بھی ہویدا تھی۔

''وہ نہیں مانتی تو رہنے دو۔ دیکھو نسرین میں تم سے ذکر کر چکی ہوں۔ تم جانتی ہو میں کیا چاہتی ہوں۔ چلو فی الحال خاموش رہو۔ میں ایک دو دن میں چکر لگانے کی کوشش کرتی ہوں۔ ہاں......ٹھیک ہے......بالکل ٹھیک۔ جو میں نے کہا تھا ضرور سوچنا۔ ہاں بھئی داؤد کا انتظار تھا ماشاء اللہ وہ بھی کل سے یہاں مستقل آ گیا ہے۔ بات کروں گی۔ بس تم ان لوگوں کو انکار کر دو۔ بس میں نے کہہ دیا ناں۔ اچھا اللہ حافظ۔'' وہ اس کے قریب صوفے پر آ ٹکیں۔ اس نے ایک گہری سانس لی۔

''کون نسرین آنٹی......کیسا ذکر؟'' وہ بن رہا تھا۔ امی نے اسے گھورا۔

''داؤد! میں سنجیدہ ہوں۔ نسرین کے گھر ایک رشتہ آیا ہوا ہے۔ قطب الدین بھائی کے دوستوں میں سے کوئی ہے۔ وہ ماریہ کی شادی کرنا چاہتی ہے اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کیا چاہتی ہوں۔'' انہوں نے بلاتمہید فوراً بات کی تھی۔ وہ اندر ہی اندر کلس کر رہ گیا۔ بعض اوقات امی بھی حد کرتی تھیں۔

''اور میں نے آپ سے جو کہا تھا آپ وہ بھی جانتی ہیں۔ میں کسی ایسی لڑکی کو یوں اپنی زندگی میں شامل کر لوں......وہ بھی بنا دیکھے سمجھے......نو امی جی پلیز آپ سے میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ آپ اس موضوع کو یہیں بند کر دیں۔'' اس نے اب کے کچھ برہمی سے انہیں ٹوک دیا۔

''تم نے اسے دیکھا نہیں اس بہانے کو تو رہنے ہی دو۔'' جواباً انہوں نے بھی کچھ برہمی سے کہا تو وہ زچ ہوا۔

''ہاں دیکھا تھا اس وقت جب بچہ تھا۔ آپ کے ساتھ نسرین آنٹی کے ہاں جایا کرتا تھا اور وہ موٹی تازی بھیڑ تب بھی کچھ کم نہ تھی۔ آفت کی پڑیا تھی۔ اس کی اوپری منزل میں انسان کا نہیں بلکہ شیطان کا دماغ فٹ تھا۔ پوری بی جمالو تھی وہ۔ عمر کے حساب سے اگر میں اسے بی جمالو کہوں تو زیادہ بہتر ہے......اور آپ بھول گئیں پچھلی دفعہ اس نے اپنی سہیلیوں کے ساتھ مل کر میرا کیا حشر کیا تھا۔ حنا اور جبین سے کیسے وہ خار کھاتی تھی۔ مجھے تو معاف ہی رکھیں۔ میں باز آیا ایسی لڑکی سے۔'' اس نے باقاعدہ ہاتھ

جوڑے تھے۔ امی حیران ہوئیں اسے تو سب یاد تھا جب کہ وہ تو سب بھول بھال گئی تھیں۔

"بچپن میں تو سب ہی ایسی ہوا کرتی ہیں۔ تم نے خوامخواہ اسے موٹی تازی بھیڑ بنا دیا ہے۔ وہ تھوڑی صحت مند تھی۔ اب تم دیکھو ذرا۔ اتنی اسمارٹ اور خوب صورت ہو گئی ہے وہ ماشاءاللہ۔ وہ کچھ شرارتی سی ہے مگر بدتمیز ہرگز نہیں۔ بچپن میں اگر وہ شرارتیں کرتی تھی تو تم بھی بدلہ لیا کرتے تھے۔ نسرین سے شکایت لگا کر اسے پٹوا کر۔" انہوں نے تو گویا پوری سائیڈ لے ڈالی تھی اس کی۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"امی جی پلیز! خدا کے لیے اس موضوع کو کہیں چھوڑ دیں۔ وہ بچپن میں کیا تھی یا اب کیا ہو گئی ہے۔ مجھے غرض نہیں ہے۔ شادی کروں گا تو میں اپنی پسند سے۔ بس یہ طے ہے۔" وہ ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی بند کر کے ریموٹ کنٹرول کو ٹیبل پر پٹخ کر لاؤنج سے نکل گیا۔ پیچھے وہ ہکا بکا دیکھتی رہ گئیں۔

"یا اللہ نسرین کو کیا منہ دکھاؤں گی میں۔ یہ لڑکا تو کسی بھی طرح پروں پر پانی ہی نہیں پڑنے دے رہا۔" وہ نہایت فکرمندی سے سوچنے لگیں۔

❁ ...... ۞ ...... ❁

وہ نہا کر نکلا تو کال بیل ہو رہی تھی۔ امی شاید کسی کام میں مصروف تھیں وہ عجلت سے باہر نکلا۔ امی کچن میں آٹا گوندھ رہی تھیں۔ اسے دیکھ کر جلدی سے دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا تو وہ باہر نکل آیا۔ دروازہ کھولا تو وہاں دروازے پر موجود شخصیت کو دیکھ کر اس کا منہ ضرور کڑوا ہوا تھا۔

"السلام علیکم بیٹا! کیا حال ہے؟" اندر کی جانب قدم بڑھاتے انہوں نے اس کے گیلے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔ عقب میں ان کے نوعمر سا لڑکا تھا جو دلچسپی سے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ بائیک پر سوار تھا شاید ان کو چھوڑنے آیا تھا۔ داؤد کو متوجہ دیکھ کر فوراً بائیک سے اتر آیا تھا۔

"السلام علیکم! میں حمزہ ہوں اور آپ یقیناً داؤد بھائی ہیں۔" اس سے ہاتھ ملاتے وہ پوچھ رہا تھا۔ داؤد نے صرف سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا۔ نسرین بیگم دونوں کو کھڑا دیکھ کر اندر کی جانب بڑھ گئیں۔

"آؤ اندر آؤ بلکہ بائیک بھی لے آؤ۔" بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا تھا۔ حمزہ بائیک اندر لے آیا تو وہ دونوں بھی ٹی وی لاؤنج میں چلے آئے۔ امی بھی ادھر ہی آ گئی تھیں۔ بہت اپنائیت سے نسرین ملیں۔

"میں ادھر سے گزر رہی تھی۔ سوچا کتنے دن ہو گئے ملاقات کیے ہوئے مل کر چلی جاؤں ...... اور سناؤ بیٹا آپ کا کیا حال ہے؟" انہوں نے امی کو اپنے آنے کی وجہ بتاتے ہوئے اسے بھی گھسیٹا۔ وہ پہلو بدل کر رہ گیا۔ امی کا احساس نہ ہوتا تو شاید سامنے بھی نہ آتا۔

"میں ٹھیک ہوں ...... آپ سنایئے؟"

"بس بیٹا! اللہ کا شکر ہے۔" انہوں نے محبت سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

خوب صورت توانا وجود کا مالک سوبر سی شخصیت لیے شلوار سوٹ میں صوفے پر بیٹھا انہیں کافی بھلا لگا۔ آخری بار جب انہوں نے دیکھا تھا تو وہ بارہ سال کا کھلنڈرا سا دبلا پتلا لڑکا تھا پھر کبھی موقع ہی نہ ملا۔ وہ اور تجمل اکثر فون پر رابطہ رکھتی تھیں جب ان کے شوہر کا انتقال ہوا تو وہ ملنے آئی تھیں پھر اکثر جب بھی یہاں آنا ہوتا وہ اکثر ملنے آتی رہی تھیں۔ ساتھ میں عالم بھائی بھی ہوتے تھے۔ بچے تعلیمی مصروفیات کی وجہ سے بہت کم آتے تھے۔ یہاں ان کا ددھیال تھا لیکن ایک دو دن میں واپس چلے جاتے تھے۔ ایسے میں نسرین تجمل بیگم کو دعوت دینے کا سوچتی رہ جاتیں مگر بچوں سمیت گھر پر بلانے کا موقع ہی نہ ملتا تھا۔ اب برسوں بعد وہ دوبارہ یہاں سیٹل ہوئے تھے تو ان کو اپنی دعوت کا خیال آیا تھا مگر داؤد پھر بھی نہیں تھا۔ ان کی بیٹیاں آئی ہوئی تھیں۔ تجمل، عالم صاحب، جبین اور حنا اپنے بچوں سمیت دعوت پر آئی تھیں۔ اب آنا جانا لگا رہتا تھا۔ کبھی وہ آ جاتی تھیں اور کبھی تجمل ان کے ہاں چلی جاتی تھیں مگر آج پہلی بار اتنے برسوں بعد وہ داؤد سے مل رہی تھیں۔ وہ انہیں اچھا لگا تھا۔ وہ اور حمزہ باتوں میں مصروف ہو گئے تو وہ تجمل کے ساتھ لگ گئیں۔

"میں تو پریشان ہوں ماریہ کی حرکتوں کی وجہ سے ...... ابھی کل ہی کی بات ہے سب لوگ گھر سے گئے ہوئے تھے۔ بس زویا، نازیہ اور ماریہ ہی گھر پر تھیں۔ ایسے میں محترمہ نے دونوں کے ساتھ فلم دیکھی اور اس سے پہلے جو تمہیں بتایا تھا کہ قطب صاحب کے دوست کے بیٹے کا رشتہ آیا تھا۔ وہ بھی اس نے اوٹ پٹانگ حرکتیں کر کے بھگا دیا۔ لوگ سلجھے ہوئے تھے۔ لڑکا بھی قابل اور صاحب روزگار تھا۔ میری بڑی خواہش تھی کہ رشتہ ہو جائے مگر جب وہ لوگ دیکھنے آئے تو انہوں نے جو بھی پوچھا۔ الٹا سیدھا ہانکتی گئی۔ وہ پوچھتے الف تھے اور ماریہ بتاتی 'ی' تھی۔ خدا کی قسم بہت شرمندہ ہوئی میں۔ گھر بھر کی لاڈلی ہے اور اسی لاڈ پیار نے اسے بگاڑ دیا ہے۔ تم میری اپنی ہو۔ بہت قریب ہو میرے اسی لیے سب بتا رہی ہوں پھر تم نے جو خواہش کی ہے میں تو ابھی تک حیران ہوں۔ ماریہ تمہاری بہو بننے کے قابل نہیں ہے۔ وہ کسی اچھے گھر میں جائے یہ میری سب سے بڑی خواہش ہے مگر تمہارے گھر آئے ایسا تو میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا۔ داؤد تمہارا اکلوتا بیٹا ہے۔ یقیناً بہو بھی تم ایسی ہی چاہتی ہو جو سلجھی ہوئی سگھڑ اور سلیقہ شعار ہو اور اس گھر کو ایسی ہی لڑکی کی ضرورت ہے جب کہ ماریہ تو اس کے بالکل متضاد ہے۔ پڑھائی میں وہ بالکل صفر ہے اور گھرباری بھی الف ب سے بھی بالکل ناواقف۔ میں نہیں چاہتی کہ ہماری آپس کی دوستی و محبت ختم ہو۔ تم آنا چاہ رہی تھیں مگر میں نے سوچا پہلے ہی تم سے بات کر لوں۔ مجھے بہت افسوس ہے۔"

وہ بہت دھیمی آواز میں تجمل بیگم کا ہاتھ پکڑے کہہ رہی تھیں۔ داؤد ان دونوں سے کافی دور کونے میں موجود صوفے پر براجمان تھا۔ بہت کوشش کے باوجود بھی ان کی گفتگو کا ایک لفظ بھی اس کے پلے نہ پڑا۔

"میرا خیال ہے۔ یہ اتنی بڑی وجہ نہیں ہے کہ تم انکار کرو اگر تم ابھی راضی نہیں تو میں انتظار کر لوں گی۔ ویسے بھی ماریہ کا فائنل سمسٹر ہے۔ وہ ہو جائے تو پھر بات ہو گی مگر میں انکار نہیں سنوں گی۔ ابھی اس میں بچپنا ہے جب کندھوں پر ذمہ داری پڑے گی تو خودبخود سلجھتی جائے گی۔ حنا بھی شادی سے پہلے ایسی ہی تھی مگر اب ایسی بدل گئی ہے کبھی میں سوچتی ہوں کہ یہ وہی حنا ہے جس نے شادی سے پہلے کبھی جھاڑو کو ہاتھ نہیں لگایا تھا اور کبھی کچن کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ اب ماسی کی طرح جب تک گھر کی صفائی ستھرائی نہ کرے اسے چین نہیں آتا۔" انہوں نے فوراً کہا تو نسرین ہنس دیں۔

"ہاں مگر حنا اور ماریہ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اسے دنیا کی ہر چیز سے دلچسپی ہو سکتی ہے سوائے گھر کے کاموں اور پڑھائی کے۔ ڈنڈا سر پر ہو تو کتاب کو ہاتھ لگائے گی ورنہ ایک لفظ بھی نہیں پڑھنا۔ سو سو جتن کر کے اسے بی۔ اے تک لائی ہوں۔ بڑی خواہش تھی کہ اسے پڑھاؤں گی لکھاؤں گی' کسی مقام پر پہنچاؤں گی مگر وا ری قسمت۔ سچ کہا ہے کسی نے کہ ایک انڈا وہ بھی گندا۔" "مجھ پر تو یہ ضرب المثل فٹ آتی ہے۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا تو تجمل بھی ہنس دیں۔

تجمل نے ان کی کولڈ ڈرنکس اور فروٹس کے ساتھ تواضع کی تھی۔ وہ دونوں مزید ایک گھنٹہ بیٹھ کر چلے گئے تھے۔ ان کو رخصت کرتے ہوئے داؤد نے شکر ادا کیا تھا۔

"یہ خاتون ...... میرا مطلب ہے آپ کی یہ ہمشیرہ صاحبہ خیریت سے ہی آئی تھیں نا؟" ان کے جانے کے بعد امی کھانا تیار کر رہی تھیں وہ بھی ادھر ہی آ گیا۔

"ہوں ......" انہوں نے ہنکارا ابھرا۔ اس نے بغور دیکھا وہ کچھ سوچ رہی تھیں۔

"کیا سوچ رہی ہیں؟" فریج سے پانی کی بوتل نکال کر منہ سے لگاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ تم بتاؤ تم نے اپنی شادی کے بارے میں کیا سوچا ہے؟" روٹی توے پر ڈالتے انہوں نے اسے دیکھا تو برا سا منہ بن گیا۔

"پلیز امی جی! آپ عام ماؤں کی طرح مجھے اس سلسلے میں مجبور مت کریں۔ شادی میں اپنی پسند سے کروں گا۔ مجھے نہیں پسند آپ کی یہ بہن اور نہ ہی ان کی بیٹی۔" اس نے صاف انکار کیا تھا۔ امی دیکھتی رہ گئیں۔ "اور ہاں آئندہ اس موضوع پر کوئی گفتگو نہ ہو۔ میں آپ کی خاطر یہاں آیا ہوں۔ اگر آپ نے مجھے اسی طرح زچ کیا تو میں اپنا ٹرانسفر دوبارہ کوئٹہ کر لیتا ہوں پھر کروا لیجیے گا میری شادی۔ حد ہے جب سے آیا ہوں ایک ہی لفظ سن رہا ہوں۔ شادی ...... شادی شادی۔" وہ غصے سے کہتا ہوا کچن سے نکل گیا۔ پیچھے وہ ہکا بکا دیکھتی رہ گئیں۔ اس طرح تو وہ کبھی بھی پیش نہیں آیا تھا مگر آج ...... وہ سوچتی رہ گئیں۔

نسرین بیگم کو آج کل ماریہ کو ایک نیک پروین اور پڑھا کو لڑکی بنانے کا جنون سوار ہو گیا تھا۔ ہر وقت اپنی نظریں اس پر گاڑے رکھتی تھیں۔ ماریہ جس کی گھر کے کاموں میں خاص طور پر کچن سے جان جاتی تھی۔ آج کل نسرین بیگم کے زیر اعتاب آئی ہوئی تھی۔ اس کی غلطیاں سنگین ترین تھیں۔ رشتے سے انکار ایسا تھا کہ وہ چاہنے کے باوجود نظر انداز نہیں کر پا رہی تھیں۔ انہوں نے اس کی پڑھائی کا بھی شیڈول ترتیب دے دیا تھا اور ساتھ ہی سختی سے وارننگ بھی کر دی تھی کہ وہ نازیہ، زویا کے ساتھ دس سے لے کر ایک بجے تک لائبریری جایا کرے گی اور سنجیدگی کے ساتھ اپنی پڑھائی پر توجہ دے ورنہ وہ کسی بھی ایرے غیرے کے ساتھ اس کی شادی کر کے چلتا کر دیں گی اور کبھی پلٹ کر خبر بھی نہ لیں گی۔ ماریہ واقعی ڈر گئی تھی۔ کچھ نسرین بیگم کے تیور بھی ایسے تھے کہ اس دفعہ وہ رعایت دینے کو تیار نہیں تھیں اور اس نے بظاہر خاموشی سے مان بھی لیا تھا لیکن اندر ہی اندر وہ سخت جھنجلائی ہوئی تھی اور دوسری طرف انہوں نے حمزہ کی ڈیوٹی لگائی ہوئی تھی کہ وہ ان تینوں کے علم میں لائے بغیر روزانہ ان کے بعد لائبریری جایا کرے گا اور سارا دھیان رکھے گا کہ وہاں جا کر وہ پڑھتی ہیں یا پھر باتیں کرتی ہیں۔ خاص طور پر ماریہ بی بی۔ اس حکم شاہی پر وہ اندر ہی اندر تلملایا ضرور تھا مگر چچی کے سامنے انکار کرنے کی مجال نہیں تھی۔ اسی لیے آج جب وہ تینوں لائبریری روانہ ہوئیں تو وہ بھی گھر سے نکلا۔

لائبریری کا ماحول وہاں کی سنجیدہ پڑھا کو فضا ماریہ کو ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ وہ اندر ہی اندر امی کی دی گئی اس سزا پر بل کھا رہی تھی مگر بڑی مشکل سے خود پر قابو پاتی۔ وہ کتابوں سے دو سو کوس دور بھاگنے والی لڑکی تھی مگر اب ......

"یار یہ ماؤں کو اپنی نالائق بیٹیوں کو زبردستی پڑھا کو بنانے کا آخر خبط کیوں سوار ہوتا ہے؟" جیسے ہی اس کے ضبط نے جواب دیا تھا اس نے تلملا کر بوریت سے کتاب ٹیبل پر پٹختے ہوئے انتہائی بیزاری سے منہ بنا کر کہا تو نازیہ اس کی صورت دیکھ کر گھورنے لگی۔ وہ نہایت سنجیدگی سے زبردستی کتابیں ہاتھ میں لیے پڑھنے کا موڈ بنا رہی تھی۔

"یار کتنی بور ہو تم دونوں۔ ان کتابوں کو دور کرو اور مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟ میں تو اس طرح سے مر جاؤں گی۔" مسمسی صورت بنا کر اس نے زویا کے ہاتھ سے کتاب لے کر ٹیبل پر زور سے پٹخ دی تھی جس سے لائبریری کی خاموش فضا میں واضح ارتعاش پیدا ہوا تھا۔ اردگرد بیٹھے لوگ ڈسٹرب ہو کر ان کی ٹیبل کی طرف ایک تنبیہی نگاہ ڈالنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

"ڈوب مرو تم۔ کیسی ڈھیٹ ہو تم۔ یہاں بھی چین نہیں ہے۔ اب اگر تم بولی نا تو میں تمہاری گردن دبا دوں گی۔ یہ لائبریری ہے کوئی پارک نہیں۔" زویا نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"اب تم میری دادی اماں بننے کی کوشش مت کرو۔ گھر میں ایک ہی دادی کافی ہے۔ حد ہوتی ہے یہ لائبریری نہ ہوئی گھر میں دادی جان کا کمرہ ہو گیا۔ یہ نہ کرو ...... وہ نہ کرو ...... چپ رہو ...... ہنسو نہیں ...... نگاہیں نیچی رکھو ...... یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ گھر میں میری اماں ڈکٹیٹر کا رول ادا کرتیں ہر وقت میرے سر پر سوار رہتی ہیں۔ اپنی نظروں سے میرا پوسٹ مارٹم کرتی رہتی ہیں اور یہاں تم دونوں باڈی گارڈ ...... یا اللہ میں کیا کروں؟ میری معصوم سیدھی سادی جان کہاں جائے؟"

ماریہ کا انداز دہائی دینے والا تھا جب کہ الماری کی دوسری طرف پشت کیے کتاب میں سر دیے بیٹھا حمزہ جس کی ساری توجہ ادھر ہی تھی ماریہ کی ساری باتیں سن کر اس کا جی چاہا کہ اس سر پھری لڑکی کا گلا دبا دے۔ اسے نہ تو گھر میں چین تھا اور نہ ہی یہاں۔ وہ تو بری طرح پھنسا تھا جو چچی کے حکم پر مجبوراً یہاں ان تینوں سے چھپ کر ان کی کڑی نگرانی کر رہا تھا۔

”ماریہ پلیز! تم اگر تھوڑا سا پڑھ لوگی تو بہت نوازش ہوگی ہم پر...... بلکہ احسانِ عظیم۔ چچی جان نے یہ سب ہانکنے کے لیے تمہیں یہاں نہیں بھیجا تھا بلکہ پڑھنے کے لیے بھیجا تھا اور تم ہو کہ مسلسل بکواس کیے جا رہی ہو۔ خدا کے لیے ہماری جان بخشو کچھ پڑھ لو۔ آخری سمسٹر ہے اور تمہیں ذرا بھی احساس نہیں۔“ نازیہ نے غصے سے جھنجلا کر کہا تو وہ کلس کر رہ گئی۔

”رہنے دو نازی! جب اسے خود ہی احساس نہیں تو ہم کیا کریں؟ پیپر زسر پر ہیں اور یہ ہے کہ......“ بات ادھوری چھوڑ کر اس نے سر جھٹکا تو وہ تلملا اٹھی۔

”اچھا احساس کرنے کا شکریہ اور مائنڈ اٹ بی بی! میرے سر پہ پیپر ز نہیں بلکہ بال ہیں۔ وہ بھی ڈیڑھ گز لمبے۔ خاندان بھر میں دور دور تک اتنے خوب صورت بال کسی اور کے نہیں صرف میرے ہیں۔ کبھی تو مثال کا درست استعمال کر لیا کرو۔“ وہ بجائے شرمندہ ہونے کے مزید ہانک رہی تھی۔ نازیہ اور زویا کا جی چاہا کہ اپنا سر پیٹ لیں جب کہ حمزہ صرف دانت کچکچا کر رہ گیا۔

”واقعی یہ لڑکی لاعلاج ہے۔ چچی جان اس طرح اس پر اتنی محنت کرنے کی بجائے اپنا کچھ وقت اس کے لیے کوئی کان سے بہرہ عقل سے اندھا اور آنکھوں کا کانا ڈھونڈ کر اسے چلتا کریں تو زیادہ بہتر ہے۔ سارے ہوش ٹھکانے آجائیں گے محترمہ کے۔“ وہ انتہائی دلگرفتگی سے سوچ رہا تھا۔

”تم گھر چلو میں چچی جان کو تمہاری ساری کارستانی بتاؤں گی۔ وہی صرف تمہیں ہینڈل کر سکتی ہیں۔“ ماریہ کے جواب میں نازیہ کی تلملاہٹ صاف سنائی دی۔

”ہوں...... جو مرضی کرو میری بلا سے تم تو ہی ہی شکایتی چوہیا۔ سڑی سی شکل والی۔“ وہ اسے مزید چڑا رہی تھی۔ نازیہ کا ضبط ایک دم چھلکا تھا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی بھاری بھرکم کتاب اس کے کندھے پر دے ماری جو اسے لگی بھی کچھ زور سے۔

”ہائے...... ہائے...... ہائے اللہ جی...... اوئی میں مر گئی...... کیا مار دیا ظالم...... کندھا توڑ دیا ہے میرا...... ہائے امی جی کتاب نہ ہوئی پتھر ہو گیا۔ اف اللہ تمہیں دیکھے۔ تمہاری پھولی غبارے کی صورت کو بھی کا سنڈیوں بھرا پھول بند جائے۔ تم اچھے رشتے کو ترسو۔“ بری طرح کندھے کو سہلاتے ہوئے وہ اونچی آواز میں آہ وزاری کر رہی تھی۔ ساری لائبریری میں ایک دم بھونچال سا آ گیا تھا۔ کچھ لوگ تنقیدی اور کچھ دلچسپ نظروں سے دیکھنے لگے تھے۔ لائبریرین بھی متوجہ ہو گیا۔ اس کی دل خراش صلواتوں والی آہ و بکا سے گھبرا کر دونوں نے بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ دوسری طرف حمزہ بھی تلملائے بغیر نہ رہ سکا۔

”پلیز! یہ کیا شور مچایا ہوا ہے ساری لائبریری میں آپ نے...... یہ پڑھنے کی جگہ ہے۔ اگر یوں ہی شور شرابہ کرنا ہے تو یہ تخریب کاری باہر بھی ہو سکتی ہے۔ پلیز آپ آرام سے بیٹھیں ورنہ میں آپ کے لائبریری کارڈ کینسل کر دوں گا۔“ لائبریرین نے بری طرح جھڑک دیا۔ تینوں کے منہ لٹک گئے۔

”اب تم نے اگر لب کھولے یا زبان ہلائی تو میں گھر جا کر تمہارا سارا کچا چھٹا کھول دوں گی۔ قیمہ بنا کر چیل کوؤں کو کھلا دوں گی۔ آرام سے بیٹھی رہو بہت ہو گئی عزت......“ زویا نے کہا تھا بلکہ بازو دبوچ کر کرسی پر بٹھایا تھا اور وہ اس بے عزتی پر چپ ہو گئی تھی۔

وہ ارد گرد دیکھتی رہی۔ کتاب میں اس کا دل لگنے والا نہ تھا۔ زویا کتاب ایشو کروا کر اس میں سے کچھ پوائنٹ نوٹ کر رہی تھی جب کہ نازیہ انگلش کی ہیلپنگ کتاب لے کر اپنے سبق کا ترجمہ کر رہی تھی۔ وہ اکتا کر لوگوں کے چہرے پڑھنے لگی۔ اسے شروع سے ہی یہ کام نہایت دلچسپ لگتا تھا۔ کتابوں کی بجائے لوگوں کو پڑھنا۔ تب ہی اگلی رو میں دوسری ٹیبل پر بیٹھے خوش لباس و خوش شکل ایک نوجوان پر نظر پڑی تھی۔ وہ بڑے غور و دلچسپی سے ادھر ہی متوجہ تھا۔ ماریہ کو اپنی طرف متوجہ پا کر اس نے اسمائل پاس کی تھی اور ہاتھ ہلا کر وہیں سے سلام جھاڑا۔ ماریہ ایک دم سٹپٹا گئی۔ وہ سب ایک عرصے سے اس لائبریری میں آ رہی تھیں۔ اس لڑکے کو پہلے کبھی نہیں دیکھا جب کہ باقی سب جانے پہچانے چہرے تھے۔ شاید یہ کوئی نیا ممبر تھا۔ اس نے کچھ گھبرا کر ادھر دیکھا نظر ڈالی شاید وہ کسی اور کے لیے ہاتھ ہلا رہا ہو مگر نہیں اس لائبریری میں صرف وہی تین لڑکیاں تھیں۔ باقی سب ہی کتابوں میں غرق تھے۔ صرف وہی فارغ تھی۔ اب کی بار اس نے کچھ گھور کر موصوف کو دیکھا۔ ”اس کی مجال کیسے ہوئی ماریہ قطب الدین کو سلام جھاڑنے کی؟“ وہ اب بھی مکمل توجہ سے ادھر ہی دیکھ رہا تھا بلکہ اب کی بار تو اس نے انتہا کر دی۔ باچھیں پھیلا کر وکٹری کا نشان بنا کر اسے وش کیا تو ماریہ کا خاندانی جوشیلا خون کھول اٹھا بلکہ جوش میں آیا۔

”کمینہ۔ ذلیل۔ لڑکی جان کر اشارے کرتا ہے۔ اشارے باز بدتمیز۔ ہمت کیسے ہوئی؟ ارے مائی کا لال ہے تو ادھر آؤ۔ تمہیں پوچھوں میں۔“ وہ ایک دم طیش میں آ چکی تھی۔ تلملا کر غصے سے پھنکارتے سانس پھلا کر بڑبڑا رہی تھی۔ زویا اور نازیہ دونوں نے اس کی بڑبڑاہٹ واضح طور پر سنی اور چہرے پر چھائے غصے کو دیکھا۔

”ہیں...... خیریت...... اب تمہیں یہ بیٹھے بٹھائے کیا ہو گیا ہے؟ اب کس بچھو نے کاٹ لیا ہے...... اب کون بے چارہ ہے جسے ان مہذب گالیوں سے نوازا جا رہا ہے؟ ذرا بتانا پسند فرمائیں گی؟“ نازیہ نے حیران ہو کر پوچھا تو اس نے غصے سے اسے دیکھا وہ اب بھی زیر لب مسکرا رہا تھا۔ شاید وہ اس کا غصہ نوٹ کر چکا تھا۔ ایک دم کھلکھلا کر ہنسا تھا۔ ماریہ کو گویا آگ ہی لگ گئی۔

”یہ جو سامنے ٹیبل پر بیٹھا ہے۔ یہ لڑکا کب سے اشارے کر رہا ہے مجھے۔ دیکھو دیکھو ذرا اب کیسے مسکرا رہا ہے......“ بھنا کر اس نے اشارے سے کہا تو وہ لڑکا فوراً کتاب پر مسکراتے ہوئے جھک گیا تھا۔ ماریہ کا غصہ مزید بڑھنے لگا۔

”اللہ خیر کرے۔ کس نے ہمت کر لی بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کی...... اور ایسا کیا اشارہ کر دیا موصوف نے......؟“ نازیہ نے طنز آمیز پوچھا تو وہ اس کا طنز محسوس کر کے کلس کر رہ گئی۔

”کیسی کزنز ہو تم میری۔ ذرا پروا نہیں میری۔ غیرت نام کو نہیں۔ ایک شخص تمہاری معصوم باحیا شریف عزت دار چچازاد کو دن دیہاڑے اشارے کر رہا ہے اور بجائے اس کے کہ محترمہ اس کا گریبان پکڑیں الٹا طنز کے تیروں سے میرا جگر چھلنی کر رہی ہو۔ بڑی بری بات ہے۔“ وہ افسوس سے سر ہلا رہی تھی۔ زویا طنزاً ہنس دی۔

”اس خوش فہمی میں مر نہ جائے کوئی۔ سنا تم نے نازیہ! معصوم...... باحیا...... شریف اور عزت دار۔ وہ بھی انگلش و انڈین فلمیں دیکھنے والی محترمہ...... کیا شان ہے اس حیاداری کی...... ایسی باحیا عزت کی......“ نازیہ نے تو حد ہی کر دی تھی۔ اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ لاپروائی سے دوپٹہ اوڑھے ایک بازو کرسی کی پشت پر رکھے دوسرا ٹیبل پر پھیلائے نہایت لاپروا انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے کالے بالوں کی لٹیں چہرے پر جھول رہی تھیں۔ دوپٹہ آدھے سر سے ڈھلک گیا تھا۔ ایسے میں محترمہ کا عزت دار باحیا ہونے کا دعویٰ نازیہ کے حلق سے نیچے نہیں اتر رہا تھا۔

”نازیہ تم حد سے بڑھ رہی ہو۔ دیکھنا گھر جا کر میں تائی امی سے تمہاری شکایت کروں گی۔ بالکل پہ بھائی پر گئی ہو۔ جیسا مینڈک بھائی ویسی ہی مینڈکی بہن۔“ اس کے طنز پر وہ کہہ رہی تھی۔ دوسری طرف الماری کی اس جانب بیٹھا حمزہ اس لقب پر تلملا اٹھا۔

”آج ماریہ بی بی تمہاری خیر نہیں۔ گھر چلو ذرا ساری کسر نکالتا ہوں۔ میری الماری سے فلم نکال کر دیکھنے پر تو کبھی معاف نہیں کروں گا۔“ ایک ایک لفظ کہتے اپنے غصے کو بمشکل دبا رہا تھا۔ کوئی اور موقع ہوتا تو وہ ضرور ماریہ کی دہائی پر غور کرتا لیکن اس وقت تو غصے سے برا حال تھا۔

”چلو اب واپس چلتے ہیں۔ بہت ہو گئی پڑھائی...... بھوک سے میرے پیٹ میں چوہوں کا میچ شروع ہو چکا ہے۔ تم دونوں کتابیں ایشو کروا لو۔ باقی کا کام گھر جا کر کر لینا۔“ اب کے اس کا انداز صلح جو تھا۔

”ہاں نازی! اب چلتے ہیں۔ تین گھنٹے ہو گئے ہیں یہاں آئے ہوئے۔ اب تو مجھے بھی بھوک لگنے لگی ہے۔ آج اتنا ہی کافی ہے باقی بعد میں۔“ زویا نے بھی قلم بند کیا تو نازیہ نے بھی کتابیں سمیٹیں۔

”تھینک گاڈ تم لوگوں کو مجھ پر ترس تو آیا۔“ وہ بھی مسکرا کر کھڑی ہو گئی۔

”تم اب ذرا ٹھیک ہو جاؤ۔ کل بھی اگر تم نے یہی حرکتیں کی ناں تو چچی جان کو تمہیں اپنے ساتھ لانے سے منع کروں گی پھر جو تمہاری شامت آئے گی وہ تم جانو اور چچی جان۔“ نازیہ نے تنبیہہ کی تھی۔ اس نے لاپروائی سے کندھے اچکائے۔

”ویسے نازیہ! بعض اوقات چچی جان بھی حد کر دیتی ہیں۔ اب یہ نہیں پڑھنا چاہتی تو رہنے دیں۔ ان کا بس چلے تو اس کے دماغ میں کتابیں گھول کر ڈال دیں چاہے عقل آئے نہ آئے۔“ زویا نے بھی رائے دی۔ وہ اسے گھورنے لگی۔

”ساری عقل جیسے صرف تمہارے دماغ میں ہی تو ہے۔ امی کو بھی پڑھائی فوبیا ہو گیا ہے۔ ان کا بس چلے تو صبح دوپہر شام تینوں وقت کھانے میں بھی مجھے کتابیں اور نوٹس ہی تناول فرمانے کو دیں۔ اپنا سارا علم مجھ پر ہی جھاڑنے کے در پے رہتی ہیں۔ بس نہیں دل چاہتا میرا پڑھنے کو تو زبردستی کا ہے کو ہے۔ اب تک تو گھسیٹ گھساٹ کر یہاں تک پہنچی ہوں۔ اس دفعہ میں نے سوچ لیا ہے کہ پکا فیل ہونا ہے اور تب تک ہونا ہے جب تک امی میرے ساتھ سمجھوتہ نہیں کر لیتیں۔“ اس نے بھی اپنے نیک زریں خیالات کا اظہار کیا تھا۔ وہ دونوں تو سر جھٹک کر رہ گئیں مگر حمزہ تاسف سے سر ہلا کر رہ گیا۔

”کاش چچی جان اپنے کانوں سے اپنی دختر نیک اختر کے خیالات ملاحظہ فرما سکیں۔“ وہ تینوں وہاں سے نکل گئی تھیں۔ وہ خاموشی سے انہیں جاتا دیکھتا رہا۔ جب وہ وہاں موجود رکشے پر بیٹھیں تو وہ بھی ہاتھ جھاڑتا اٹھ کھڑا ہوا۔

”شکر ہے اس عذاب سے جان چھوٹی۔ کبھی کبھار تو یہ ماریہ بھی حد کر دیتی ہے۔“ کتابیں لائبریرین کو تھما کر وہ لائبریری سے نکلا تو وہاں اپنی بائیک پر سوار ہوتے داؤد عالم کو دیکھ کر وہ ٹھٹکا۔ ”ارے داؤد بھائی...... یہاں کیا کر رہے ہیں؟“ وہ صرف ایک لمحے کو ہی سوچ سکا تھا۔ اگلے ہی پل وہ ان کی طرف بڑھ گیا۔

”السلام علیکم داؤد بھائی! کیسے ہیں آپ؟ اور یہاں کیسے؟“ کل ہی تو وہ نسرین چچی کے ساتھ ان کے ہاں ملا تھا۔ اتنی جلدی وہ انہیں کیسے بھول جاتا۔ انہوں نے بھی حیران ہو کر دیکھا۔

”وعلیکم السلام۔ حیرت ہے تم اور یہاں......“ مصافحہ کرتے وہ خوش دلی سے ہنس دیا۔

”بس کسی سزا کا نتیجہ ہے۔ آپ بتائیں آپ کیسے آئے یہاں؟“

”بس یوں ہی۔ یہ لائبریری گھر کے قریب ہے پھر جب تک چھٹیاں ختم نہیں ہوتیں سوچا ادھر ہی آ جایا کروں۔ بوریت بھی دور ہو جائے گی۔“

”ہوں۔ صحیح کہہ رہے ہیں آپ؟ کسی دن آیئے نا ہمارے ہاں۔ چچی جان تو کل سے آپ کا مسلسل ذکر کر رہی ہیں بلکہ وہ تو باقاعدہ آپ کو گھر بلانے کا بھی پروگرام بنا

رہی ہیں۔" اس نے یوں ہی کہہ دیا تھا۔ داؤد عالم کے مسکراتے لب ایک دم بھنچ گئے۔

"اچھا دیکھیں گے۔ اس وقت میں چلتا ہوں۔ ایک دوست کے ہاں بھی جانا ہے۔"

"ضرور میں بھی چلوں گا۔ گھر جا کر چچی جان کو آپ سے ملاقات کا ضرور بتاؤں گا۔ وہ بہت خوش ہوں گی۔" وہ چپ ہی رہے پھر وہ ان سے ہاتھ ملا کر خدا حافظ کہہ کر وہاں سے نکل آیا تھا جب کہ داؤد عالم نے کافی ناگواری سے اسے ایک رکشے میں بیٹھتے دیکھا تھا۔

"ایک تو ہماری والدہ محترمہ بھی نا۔" اس نے بھنا کر بائیک اسٹارٹ کی۔

گھر جا کر زویا اور نازیہ نے اس کی سب حرکتوں کی رپورٹ گھر والوں کے گوش گزار کی تھیں۔ امی ورکشاپ اٹینڈ کرنے گئی ہوئی تھیں جو بچت ہو گئی تھی۔ اس نے شکر ادا کیا مگر رات کو جب انہوں نے اپنے کمرے میں بلا کر ساری کسر نکالی تو وہ سر جھکائے سب سنتی رہی کہ بولنے میں مزید شامت کا احتمال تھا۔ جب وہ بول کر خوب ڈانٹ کر تھک گئیں تو وہ کرسی پر گر گئی۔

"تم آج مجھے ایک بات صاف بتا دو۔ سدھرنے کے تم قابل نہیں ہو۔ پڑھنے سے تمہاری جان جاتی ہے۔ اب صرف ایک حل ہے کہ تمہاری شادی کر دوں۔ تجل مجھے بہت دفعہ کہہ چکی ہے مگر میں نے ہر دفعہ انکار کیا صرف اور صرف تمہاری حرکتوں کی وجہ سے...... میں نہیں چاہتی تھی کہ میں اتنی خود غرض بن جاؤں مگر اب مجھے کچھ سوچنا پڑے گا...... اور یہی مجھے ایک حل نظر آتا ہے۔ سچ کہتی ہے تجل سسرال جا کر بڑے بڑوں کی عقل ٹھکانے آ جاتی ہے۔ مگر تم......"

"امی...... امی! میں نے کیا کر دیا ہے۔ آپ کے کہنے پر لائبریری جا تو رہی ہوں پھر مزید کیا کروں......؟" اتنی ڈانٹ پڑی تھی کہ وہ ایک دم رو دی۔ نسرین بیگم کا جی چاہا کہ اپنا سر پیٹ لے۔

"بس بی بی! اب مجھ پر احسان مت کرنا۔ جتنے تمغے پڑھ پڑھ کے تم نے میرے سینے پر سجا دیے ہیں وہی کافی ہیں۔ کہتی ہوں تمہارے تایا اور ابا جی کو۔ اب تم میرے ہاتھوں سے نکلتی جا رہی ہو۔ تجل کا لڑکا نہیں تو کہیں بھی...... کیسا بھی...... جو بھی ملتا ہے بس تمہیں چلتا کریں۔ میں نہیں کر سکتی تمہاری رکھوالی۔"

وہ جذبز ہو گئی۔ یہ تجل آنٹی اسی لیے آئے دن آ کر ڈھیروں پیار کرتی ہیں اور اب امی۔ کیسے وہ انہیں سمجھائے شادی کا مطلب ہے کہ ساری زندگی کو جہنم بنانا۔

"امی پلیز! دیکھیں آئندہ جو بھی کہیں گی کروں گی۔ بس شادی کی بات نہ کریں۔" وہ باقاعدہ روہانسی ہو گئی۔ آگے بڑھ کر امی کے کندھوں کو تھاما۔

"شادی یا پڑھائی...... جو آسان لگتا ہے سوچ لو۔ پہلے میں نے سوچا تھا کہ کم از کم تمہیں ماسٹرز تو کروا ہی لوں گی لیکن بی اے میں تمہارا یہ حال ہے۔ سارے ارادے ملیا میٹ کر دیے ہیں تم نے۔ بس بی اے مکمل کرو۔ بہر حال شادی تو کرنی ہی ہے۔" انہوں نے جیسے اسے باندھ دیا تھا۔ نہایت بے چارگی سے اس نے انہیں دیکھا۔ "تمہارے پاس سوچنے کو وقت ہے۔ اگر پڑھائی چھوڑو گی تو گھر سنبھالنا ہوگا یہ بھی ذہن میں رکھنا۔" وہ اسے فیصلہ سنا کر کمرے سے نکل گئیں تو وہ بے بسی سے خالی کمرے کو دیکھتی رہ گئی۔

نازیہ سے بڑی نور باجی جن کی شادی پھوپو کے بیٹے زوار بھائی کے ساتھ لاہور میں ہوئی تھی۔ زوار بھائی جو کہ کسی کمپنی میں کام کرتے تھے۔ ان کے کام کی نوعیت فیلڈ ورکنگ کی تھی۔ آج وہ اس شہر میں تو کل کسی اور شہر میں۔ ایسے میں نور باجی پھوپو اور فیملی کے ساتھ لاہور رہتی تھی۔ نور باجی کی جب سے شادی ہوئی تھی۔ وہ ہر بار آ کر اپنی شادی کا رونا روتی رہتی تھیں۔ زویا اور نازیہ پر اس قدر اثر نہیں ہوا تھا جس قدر ان کی باتوں کا اثر ماریہ نے لیا تھا۔ اسی لیے وہ نور باجی کی دہائیاں سن کر اندر ہی اندر ہولتی رہتی۔ اس نے پکا ارادہ کر لیا تھا اتنی جلدی شادی نہیں کروانی۔ اگر کروانی ہے تو کبھی شوہر کی خدمت نہیں کرنی، سسرال کے جھنجھٹ نہیں پالنے۔ کوئی کام نہیں کرنا۔ کچھ نور باجی کو بھی بڑھا چڑھا کر بیان کرنے کی عادت تھی۔ بظاہر اپنے گھر میں خوش باش ہی نظر آتی تھیں مگر اس کا اثر ماریہ پر کچھ زیادہ ہی تھا۔

ماریہ کے نزدیک پھوپو ہونے کے باوجود نور باجی کی ساس صرف ساس تھیں جو کہ نور باجی جیسی نازک مزاج لڑکی سے سارے گھر کے کام کرواتی تھیں اور ان کے شوہر زوار بھائی بھی ایسے ظالم تھے کہ اپنی پیاری سی خوب صورت نازک مزاج دلہن کو گھر والوں پر چھوڑ چھاڑ کر خود سیر سپاٹے کرتے رہتے تھے جنہیں اپنی بیوی کا ذرا بھی احساس نہیں۔ ماریہ کے نزدیک تو نور باجی دنیا کی مظلوم ترین لڑکی تھیں جن کے نازک کندھوں پر سارے گھر کی ذمہ داری تھی اور یہ ان پر بہت بڑا ظلم تھا۔ آج کل وہ امید سے تھیں بلکہ ان کے ہاں بچے کی ولادت تھی۔ رات کو فون کر کے اپنی ذمہ داریوں کا رونا رو کر انہوں نے دادی جان اور تائی جان سے پر زور التماس کی تھی کہ نازیہ یا کسی اور کو ان کے ہاں بھیج دیں۔ تائی امی کا خون فوراً جوش میں آیا تھا۔ وہ سارے گھر کی ذمہ داری نسرین بیگم اور عذرا چچی پر ڈال کر نازیہ کو ساتھ لیے فوراً روانہ ہو گئی تھیں۔ اب گھر میں وہ اور زویا تھیں۔ بڑی بھابی بھی اپنے میکے پرسوں سے جا چکی تھیں۔ چھوٹی تو پہلے ہی گئی ہوئی تھیں۔ ایسے میں گھر کا سارے کا سارا کام چچی کے ذمے تھا۔

صبح کا سارا چارج انہوں نے ہی سنبھالا ہوا تھا جب کہ رات کی ذمہ داری نسرین پر تھی اور باقی ذمہ داریاں تائی جان پر تھیں۔ ان کے جانے سے یہ کام اس پر اور زویا پر آ پڑے تھے۔ دادی جان تو حکم چلانے کے علاوہ پہلے بھی کچھ نہیں کرتی تھیں۔ اب بھی کچھ نہیں کرتی تھیں۔ ایسے میں ماریہ کی شامت آئی ہوئی تھی۔ اسے کچھ نہیں کرنا آتا تھا۔ اب پھنسی ہوئی تھی۔ جھاڑو لگاتی تو کوڑا پیچھے اور جھاڑو آگے ہوتی تھی۔ جھاڑ پونچھ کا بھی یہی حال تھا۔ زویا کو وہی کام دوبارہ کرنا پڑتا تھا لیکن وہ مجبور تھی۔ نسرین چچی کی سختی سے تاکید تھی کہ اسے عادت ڈالنی چاہیے۔ چھوٹے موٹے کام کرنے کی۔ اب بھی اسے کچھ نہ سکھایا گیا تو وہ ساری زندگی کچھ نہیں کرے گی۔ ان کی کڑی نظریں ہر وقت ماریہ پر ہوتی تھیں۔ ان کا بس چلتا تو وہ سب کچھ گھول کر اسے پلا دیتیں۔

اس دن بھی کام سے فارغ ہو کر دونوں تیار ہو کر لائبریری چلی آئی تھیں۔ اب وہ لڑکا روزانہ تو نہیں البتہ ایک دو دن بعد ضرور آتا تھا۔ اسٹائل اس کا اب بھی وہی ہوتا تھا۔ حرکتیں بھی وہی تھیں۔ اشاروں سے ابھی تک آگے نہیں بڑھا تھا۔ ماریہ کو یقین تھا جس دن بھی اشاروں سے زبان تک آیا اسی دن اس کا ضبط چھلک جائے گا۔ دو دن سے وہ نہیں آتا تھا۔ آج ہی آ رہا تھا اور حیرت کی بات تھی اس بار بغیر کوئی اشارہ کیے 'سلام جھاڑے' یا اسٹائل پاس کیے آرام سے بیٹھا رہا تھا۔ ماریہ کی نظر جب بھی اٹھی اسے اپنی طرف متوجہ مگر سوچتا ہی پایا۔ ماریہ اور زویا دونوں کو اس کا یہ انداز دیکھ کر شدید حیرت ہوئی۔

"مجھے تو یہ چور فراڈیا لگتا ہے۔" زویا نے رائے دی۔

"اور مجھے لگتا ہے آج کہیں سے پٹ کر آیا ہے۔ ایسے لڑکوں کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔ ویسے زوئی! موصوف کا ذرا حلیہ تو ملاحظہ کرو۔" اس کا رف سا حلیہ دیکھ کر ماریہ نے اسے کہا تو وہ سر ہلا گئی۔

"واقعی آج تو یہ معمول سے ہٹ کر آیا ہے ورنہ روز یہ سوٹڈ بوٹڈ ہوتا تھا۔ شاید یہ بھی اس کا اسٹائل ہو تمہیں متاثر کرنے کا..... ویسے ایمان سے ماریہ اس حلیے میں بھی کسی ہیرو سے کم نہیں۔" وہ آخر میں اسے شرارت سے دیکھنے لگی تو اس نے آنکھیں دکھائیں۔

"اب آنکھیں تو نہ دکھاؤ۔ بالکل بھینگی لگ رہی ہو۔ تم مان لو یہ بندہ ہے بڑا ہینڈسم۔" اسے نظروں سے بغور جانچتے وہ سراہ رہی تھی۔ ماریہ کا جی چاہا زویا کا سر پھوڑ دے۔

"جب بھی بات کرنا میرے خلاف ہی کرنا۔ بندہ ہینڈسم ہے تو میری بلا سے۔ مجھے تو زہر لگتا ہے یہ شخص۔" وہ دانت پیسنے لگی۔ زویا سے اپنی ہنسی روکنا محال ہو گیا۔

"اب تم زیادتی کر رہی ہو۔ بالکل ہیرو لگتا ہے ویسے بھی اس بے چارے کا قصور اتنا بڑا بھی نہیں۔ تمہیں صرف سلام جھاڑتا ہے مسکرا دیتا ہے یا پھر دیکھ لیتا ہے۔ یہاں روز آتے جاتے اٹھتے بیٹھتے دسیوں لوگ مسکرا کر سلام لے لیتے ہیں۔ وہ بے چارہ بھی لے لیتا ہے تو کیا جرم کر لیتا ہے۔ اس پر اتنا غصہ کرنے کی ضرورت کیا ہے......" اسے مسلسل شرارت سوجھ رہی تھی۔ ماریہ کو شدت سے نازیہ کی یاد آئی۔ ایسے میں اس کی ایک ہلکی سی تنبیہ ماریہ کا سارا غصہ ختم کر دیتی تھی جب کہ یہ زویا اس کا جی چاہا کتاب اس کے سر پر دے مارے۔

"اب تم مجھے یہ مت سکھاؤ کہ وہ کیا کر رہا ہے کیا نہیں...... بس میں تو صرف اتنا جانتی ہوں کہ وہ غلط حرکت کر رہا ہے۔ یہاں آنے والے اور بھی بہت سے لوگ ہیں جو روز سلام لیتے ہیں یا مسکراتے ہیں۔ ان کا انداز مہذبانہ ہوتا ہے۔ اس کی طرح اشارے نہیں کرتے۔ وہ بھی صرف ایک کو ہی 'سب پر مشتر کہ سلامتی بھیجتے ہیں۔" ماریہ نے جل کر کہا تھا۔

"مروتم میں جا کر کہہ دیتی ہوں۔ بھائی صاحب...... یہ لڑکی آپ پر کچھ زیادہ ہی فدا ہو گئی ہے۔ اس پر بھی نظر کرم کر لیجیے۔ آپ کے سلام کی منتظر ہے۔ اس کو بھی سلام سے نواز دیا کریں۔"

"ہائے۔ اپنی ایسی قسمت کہاں؟ اور پھر ہو سکتا ہے صرف ایک ہی اس کی نظر میں جچتی ہو اور وہ صرف ایک ہی کو سلامتی کے قابل سمجھتا ہو۔" وہ مسلسل اسے چھیڑ رہی تھی۔

"میں اب لائبریری نہیں آؤں گی۔ امی کو بھی سب بتا دوں گی...... سمجھیں تم......؟" اس نے چیخ کر کہا تھا۔ ارد گرد موجود لوگ فوراً متوجہ ہوئے اور وہ بھی ہوا تھا پھر ماریہ کو دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔ ماریہ جھلس اٹھی۔ ایک دم غصے نے آ لیا۔ زویا کا خیال کیے بغیر فوراً کتابیں اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔

"بری بات ہے۔ اتنی بڑی ہو کر بھی بالکل بچوں کی طرح جھگڑتی ہیں آپ تو...... میرا خیال ہے لائبریری میں ایسی تخریب کاری اچھی نہیں لگتی...... سنا آپ نے......"

زویا ہائے ہائے کر رہی تھی جب وہی لڑکا اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے پاس سے گزرتے کہہ رہا تھا۔ دونوں نے حیران ہو کر دیکھا۔ ماریہ گھورنے لگی۔ اس کی اتنی جرأت۔

"اے مسٹر!" اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتا اس نے اسے پکارا تھا۔

"تھینک گاڈ آپ کی چپ تو ٹوٹی۔" وہ بھی بلا کی چیز تھا۔ وہ پکار کر پچھتائی۔

"جی کہیے کیا خدمت کر سکتا ہوں آپ کی؟" ہونٹوں پر مچلتی مسکراہٹ بمشکل روکے کہہ رہا تھا۔

"ہونہہ تم میری خدمت کرو گے۔ اتنے دنوں سے سب برداشت کر رہی ہوں تو یہ میری شرافت ہے۔ ورنہ تمہیں پہلے دن ہی بتا دیتی کہ تم جیسے لوگوں کا کیا انجام ہوتا ہے اور اس وقت تمہیں کیا تکلیف ہوئی ہم جھگڑیں یا مریں تمہیں اس سے کیا...... تم کون ہوتے ہو ہمیں ٹوکنے والے......؟" وہ اونچی آواز میں کہہ رہی تھی۔ ارد گرد کے لوگ بھی متوجہ تھے۔ زویا تو ایک دم پریشان ہو گئی۔

"میرا خیال ہے ہم باہر چل کر بات کر لیتے ہیں۔ یہ زیادہ بہتر ہے۔ میں باہر ہوں آ جائیے گا۔" وہ کہہ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا تھا۔ وہ ہکا بکا دیکھتی رہ گئی۔

"بدتمیز۔" وہ کڑھ رہی تھی پھر کتابیں اٹھا کر لائبریرین کو تھما کر باہر نکل آئی تھیں۔ وہ ادھر ہی لائبریری کے باہر ٹہل رہا تھا۔ اس نے ایک زہریلی نگاہ اس پر ڈالی۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھتیں وہ خود ہی ان کی راہ میں آ گیا۔

"جی اب کہیے...... کیا فرما رہی تھیں آپ اندر......؟" سینے پر بازو لپیٹے وہ کھڑا تھا۔ ماریہ نے بے بسی سے زویا کو اور پھر اسے گھورا۔

"دیکھو مسٹر! تم جو بھی ہو جو بھی چاہتے ہو...... زیادہ ہینڈسم بننے کی تمہیں ضرورت نہیں۔ میں اگر برداشت کر رہی ہوں تو یہ میری بڑائی ہے ورنہ روز روز جو تم حرکتیں کر

رہے ہو میری جگہ کوئی اور ہوتی تو کب تک تمہارے حواس ٹھکانے آچکے ہوتے۔ میں سمجھ رہی تھی کہ شاید تم صرف انجوائے منٹ کے لیے یہ کر رہے ہو مگر...... میں تمہارے منہ تک نہیں لگنا چاہتی۔ سیدھی طرح سے اپنا رستہ ناپو سمجھے......'' اس کے یوں ڈھٹائی سے اکڑ کر اس کے سامنے کھڑا ہونے پر برداشت نہیں کر پائی تھی۔ اسی لیے جو منہ میں آیا کہتی گئی۔ جواباً وہ مسکرایا تھا۔

''محترمہ! میں ہینڈسم بننے کی کوشش نہیں کر رہا...... میں واقعی ہوں اور اگر میں اپنا رستہ نہ ناپوں تو......؟'' مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر عیاں تھی۔ ماریہ کا جی چاہا کہ اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ نوچ لے۔

''ایسے لوگوں کے منہ لگنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ خوامخواہ اپنا تماشا بنانے والی بات ہے۔'' زویا نے اس کا بازو پکڑا تو وہ گھور کر رہ گئی۔

''اسی وجہ سے تو میں اب تک خاموش تھی اور یہ شخص حد سے بڑھتا چلا گیا ہے۔'' وہ کہے بغیر نہ رہی۔

''دیکھیں مس ماریہ! اب کے آپ ناانصافی کر رہی ہیں۔ آپ کو صرف میں اسی تماشے سے بچانا چاہتا تھا جو خاموش تھا ورنہ کب کا کلام کر چکا ہوتا۔'' وہ اب ایک دم سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

''تم...... تم...... میرا نام کیسے جانتے ہو؟'' وہ ایک دم سٹپٹا گئی۔ ''آخر تم کون ہو؟ اور ہمارے ہی پیچھے پڑ گئے ہو کیوں؟'' وہ کہے بغیر نہ رہی تھی۔

''ہاں یہ سوال کیا عقل مندوں والا۔'' وہ ایک دفعہ پھر مسکرا دیا۔

''میرا نام داؤد عالم ہے۔ پہلے دن یوں ہی ادھر آیا تھا۔ آپ تینوں کو دیکھا۔ آپ کی حرکتیں مجھے اچھی لگیں۔ مجھے ایسی لڑکیاں اچھی لگتی ہیں جو ہر وقت دادی اماں کا رول ادا کرنے کی بجائے نیچرل ہوں اور ماریہ آپ بالکل ایک نیچرل لڑکی لگی تھیں مجھے۔ اسی لیے آپ کو دیکھ کر سلام کر لیا تھا اور پھر مجھے اس میں مزا آنے لگا۔ میرا مقصد صرف آپ لوگوں کے تاثرات نوٹ کرنا تھا اور جب آپ تینوں مل کر مجھ پر تبصرے کر رہی ہوتی تھیں، مجھے اچھا لگتا تھا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ مزید کچھ ہو مگر آپ لوگوں کی احتیاط دیکھ کر میں نے مزید کوئی حرکت نہ کی...... مگر آج یوں ہی ماریہ بی بی کو دیکھ کر زبان پھسل گئی تھی اور آپ لوگوں نے بھی حد کر دی۔'' وہ لب مسکرا رہا تھا۔ ماریہ اسے گھور بھی نہ سکی۔

''میں اتنی بے وقوف نہیں جو آپ کی باتوں میں آجاؤں۔'' ماریہ کی بات پر وہ کھلکھلا کر ہنسا تھا۔

''ارے واقعی۔ میں تو یہ بھول گیا تھا کہ میں ایک عقل مند خاتون سے مخاطب ہوں۔'' ماریہ جز بز ہوئی۔ وہ بظاہر سنجیدگی سے کہہ رہا تھا لیکن لہجے کا اتار چڑھاؤ، آنکھوں کی شرارت اور ہونٹوں سے چھلکتی مسکراہٹ دونوں سے مخفی نہ تھی۔ وہ اب جی کھول کر انہیں زچ کر رہا تھا۔

''شٹ اپ۔ بھاڑ میں جاؤ تم۔ آئندہ تم نے ایسی حرکت کی نا تو میں تمہارا سر پھوڑ دوں گی۔ سنبھال کر رکھو اپنا سلام، مسکرانا اور داد دینا۔ سمجھے تم۔ چلو زویا۔'' اسے کینہ توز نظروں سے گھورتی زویا کا بازو تھام کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتی اپنے راستے پر ہولی جب کہ داؤد عالم ان دونوں کو رکشے میں بیٹھ کر نظروں سے اوجھل ہوتے دیکھتا رہا۔

''لڑکی واقعی بہت تیز ہے۔'' مسکرا کر وہ اپنی بائیک کی جانب ہولیا۔

❁......✡......❁

حنا کوئٹہ واپس چلی گئی تھی۔ دراصل اس کے یہاں سسرالی رشتے دار تھے۔ ویسے تو اس کی شادی کوئٹہ میں ہوئی تھی اور وہیں رہتی تھی۔ چھٹیاں گزارنے یہاں آئی تھی۔ اب چھٹیاں ختم ہونے والی تھیں تو وہ چلی گئی تھی جب کہ جبین یہیں بیاہی گئی تھی۔ وہ ہر دوسرے دن آجاتی تھی اور جب بھی آتی۔ ''شادی کب کرو گے؟'' کی گردان کرتے داؤد کا دماغ کھاتی رہتی تھی۔ تنگ آکر اس نے گھر سے باہر وقت گزارنا شروع کر دیا تھا۔ امی تو باقاعدہ ناراض تھیں۔ اس نے نسرین آنٹی کی بیٹی کے لیے صاف انکار جو کر دیا تھا۔ وہ اپنی ناراضگی کے تاثر سے اسے بلیک میل کرنے کی کوشش میں تھیں مگر اس نے سوچ لیا تھا۔ وہ بلیک میل نہیں ہوگا۔

صبح وہ آفس چلا جاتا۔ درمیان میں کچھ وقت نکال کر وہ لائبریری کا چکر ضرور لگاتا تھا۔ اس نے جو مذاقاً دل لگی شروع کی تھی اب واقعی دل کی لگی بن گیا تھا۔ آج کل وہ روز چکر لگا رہا تھا مگر وہ تینوں نہیں آرہی تھیں۔ اس دن جب دونوں کی آمنے سامنے مڈبھیڑ ہوئی تھی اس کے بعد وہ صرف ایک ہفتہ دونوں آئی تھیں مگر اس کے بعد انہوں نے آنا چھوڑ دیا تھا۔ شروع میں وہ یہی سمجھا کہ وہ اس کی وجہ سے نہیں آرہی ہیں مگر اب جیسے ہی اگلا ہفتہ شروع ہوا تھا ان کے نہ آنے پر داؤد کو تشویش لاحق ہو گئی تھی۔ وہ کیوں نہیں آرہیں؟ اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ لائبریرین سے ان کے متعلق معلومات حاصل کر کے کم از کم گھر کا ایڈریس ہی لے لے مگر ہر بار یہ سوچ کر ٹال جاتا تھا کہ شاید وہ آج آجائیں مگر ہر بار ناکامی ہو رہی تھی۔

تاہم اس نے اب پکا ارادہ کر لیا تھا کہ وہ آج کل میں ضرور معلومات حاصل کر لے گا۔ آج بھی آفس سے آنے کے بعد وہ ہاتھ لے کر جیسے ہی لاؤنج میں آیا۔ امی نے اسے دیکھ کر منہ پھلا لیا۔

''یا اللہ یہ میری زندگی میں 'م' نام کی لڑکی ہی کیوں آگئی۔ کوئی اور کیوں نہیں آئی۔ ایک 'م' نے جان عذاب میں کی ہوئی ہے تو دوسری نے دل کی حالت میں انقلاب برپا کیا ہوا ہے۔ بندہ جائے تو جائے کہاں؟'' وہ سوچ کر رہ گیا۔

''میری پیاری امی! کیا کر رہی ہیں؟'' وہ جبین کے ساتھ کچن میں تھیں۔ وہ بھی وہیں آگیا۔ انہوں نے اسے دیکھ کر رخ بدلا تو وہ مسکرا کر آگے بڑھا۔

''بات نہیں کرو مجھ سے۔'' انہوں نے اس کے بازو ہٹائے جو داؤد نے ان کے کندھے پر رکھے ہوئے تھے۔

''تو پھر کس سے کروں؟ میرا خیال ہے بابا سے کہہ دیتا ہوں۔ میرے لیے ایک امی کا انتظام کر دیں۔ آپ تو لفٹ نہیں دے رہیں۔ شاید ان کو ہی ترس آجائے۔'' بھولی صورت بنا کر کہا گیا تھا۔ جبین تو قہقہہ لگا کر ہنس دی۔ امی نے ہاتھ میں پکڑا چمچہ اس کے کندھے پر دے مارا۔

''اپنے لیے تو راضی نہیں ہوتے۔ باپ کی کروانے کے لیے تیار ہو۔'' انہوں نے خفگی سے دیکھا۔

''قسم سے بالکل تیار ہوں مگر شرط یہ ہے کہ لڑکی میری مرضی کی ہو۔'' اس نے ایک دم کہا تو امی نے اسے عجیب نظروں سے دیکھا۔ جبین بھی متوجہ ہو گئی۔

''لگتا ہے کوئی نظر میں ہے......؟'' جبین نے پوچھا تھا۔ وہ ہنس دیا۔

''ہاں مگر ابھی مجھے خود بھی مکمل معلومات حاصل نہیں۔ جیسے ہی علم ہوا آپ کو پہلی فرصت میں اطلاع دوں گا۔ باقی کا کام تو آپ ہی کریں گی بلکہ امی خود جائیں گی اس لڑکی کے گھر......'' اگلے ہی پل وہ سنجیدہ ہو کر بتا رہا تھا۔ امی نے ایک گہری سانس لی۔

''تمہیں ماں کی کیا ضرورت ہے؟ جب ماں کی خواہش کی کوئی اہمیت نہیں تو پھر اس کے وجود کی بھی ضرورت نہیں۔ مالک ہو خود مختار ہو۔ سب کر سکتے ہو تم۔'' وہ بھری بیٹھی تھیں۔ وہ ایک دم پریشان ہوا۔

''امی پلیز! کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟ کیا آپ زبردستی کرنا چاہتی ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں مگر اس کے بعد جو ہوگا اس کا الزام بھی مجھے مت دیجیے گا جب میرا دل نہیں مانتا تو زبردستی ہے کیا؟'' وہ فوراً سنجیدہ ہو چکا تھا۔ جبین اور امی بھی چپ ہو گئیں۔

''کون ہے وہ لڑکی جس کی خاطر تم یہ سب کر رہے ہو......؟'' انہوں نے پوچھا تو ان پر ایک شکایتی نظر ڈال کر باہر کی جانب بڑھا۔

''کوئی نہیں ہے۔'' اس کا انداز غصے والا تھا۔ جبین فوراً سامنے آئی تھی۔

''کتنی بری بات ہے......؟ اتنی سنجیدہ گفتگو اس انداز میں نہیں کرتے...... ادھر بیٹھو آرام سے بات کرو تو بہ کتنے جھگڑالو ہو گئے ہو تم...... امی کو تمہاری خواہش عزیز ہے۔ بس وقتی غصہ ہے۔ تم تو عقل مند ہو۔'' جبین نے زبردستی اس کا بازو پکڑ کر کچن کی کرسی پر لا بٹھایا۔

''میں دشمن نہیں ہوں اس کی۔ اگر یہ راضی نہیں تو نسرین نے بھی انکار کر دیا تھا مگر میری خواہش تھی کہ وہ لڑکی میری بہو بنے۔ ابھی پرسوں ہی میں اس کے گھر گئی تھی۔ یوں ہی بات چلی تو بتانے لگی کہ وہ ماریہ کا رشتہ دیکھ رہی ہے۔ میں تو چپ رہی...... کتنی خواہش تھی میری...... مگر نسرین نے تو صرف اس لیے انکار کیا تھا کہ کہیں دوستی اور رشتہ داری میں فرق نہ آجائے...... مگر میں......'' وہ چپ ہو گئیں تو داؤد کو احساس ہوا وہ تو خوامخواہ ان سے الجھ بیٹھا ہے۔ اس نے اندر ہی اندر خود کو لعنت ملامت کی۔

''ایم سوری امی! دیکھیے گا اس لڑکی کا نام بھی ماریہ ہے۔ وہ بھی بہت اچھی ہے۔ آپ اس سے جب ملیں گی تو بہت خوش ہوں گی۔'' وہ ایک دم کہہ بیٹھا تھا۔

''کیسے لوگ ہیں وہ؟'' انہوں نے پوچھا تھا۔

''مجھے زیادہ علم نہیں۔ بس آج کل میں پتہ کر لوں گا۔ دراصل لائبریری میں اسے دیکھا تھا۔ آج کل ہفتہ ڈیڑھ ہو گیا ہے وہ لائبریری نہیں آرہی پھر جیسے ہی اس کے متعلق تفصیلی علم ہوا آپ کو بتا دوں گا بلکہ اس کے گھر لے کر جاؤں گا۔'' وہ خوش تھا۔ امی نے ایک گہری سانس لی۔ وہ خوش تھا تو وہ پھر کیوں ناراض ہوتیں۔ زبردستی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجالی۔

''ٹھیک ہے تم جلدی معلومات حاصل کرو۔ اب میں دیر نہیں کرنا چاہتی۔'' انہوں نے ہاں کر کے داؤد کا جیسے دل جیت لیا تھا۔

''تھینک یو امی! تھینک یو سو مچ۔'' وہ ایک دم ان کے گلے لگ گیا تھا۔

❁......✡......❁

نور باجی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تھا۔ دادی جان کے ساتھ ساتھ حمزہ اور ماریہ سب جا رہے تھے۔ ان سب کو تایا جان لے کر جا رہے تھے۔ بڑی پھوپو کے ہاں وہ لوگ بہت کم آتے تھے پھوپو ویسے تو اچھی تھیں مگر جب سے نور باجی کی ساس بنی تھیں ماریہ کے نزدیک مشکوک ہو گئی تھیں۔ اس لیے ماریہ کو ان کی بے تحاشا محبت بھی بناوٹ محسوس ہوتی تھی مگر ان کے ہاں آکر اسے اپنی رائے بدلنا پڑی۔ وہ تو بہت محبت کرنے والی ہستی تھیں۔ نور باجی کو تو پلنگ سے نیچے پیر نہیں رکھنے دیتی تھیں۔ کھانا پینا، دھونا دھلانا سب انتظام بستر پر ہی کرتی تھیں۔ ایسے میں وہ حیران ہو جاتی۔ نور باجی سچ کہتی تھیں یا پھر پھوپو ہی ڈرامہ باز ہیں جو ان کے سامنے یہ سب کرتی ہیں۔ زوار بھائی بھی آج کل اپنے شہر میں تھے۔ بہت زیادہ شوخ نہیں تھے سنجیدہ متین تھے لیکن ان سب سے بہت خوش دلی سے ملے تھے۔ ماریہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کون صحیح ہے؟ نور باجی یا زوار بھائی......؟

''نور باجی! آپ تو کہتی تھیں کہ پھوپو بڑی ڈکٹیٹر ساس ہیں اور زوار بھائی بڑے ظالم شوہر ہیں جب کہ مجھے تو سب کچھ برعکس محسوس ہو رہا ہے۔'' ایک دن وہ انہیں کہہ بیٹھی۔ وہ ہنستی چلی گئیں اور وہ حیران ہو کر انہیں دیکھے گئی۔

''تم بھی بدھو ہو۔ بھئی میں تو تم لوگوں پر رعب جما رہی تھی تاکہ تم لوگ ذرا ہوشیار ہو جاؤ۔ دراصل جب شادی ہوئی تھی تب مجھے شادی کے بعد کی زندگی کا کوئی تصور ہی نہیں تھا پھر میں تمہاری طرح نازک مزاج تھی۔ میرا خیال تھا کہ شادی کا مطلب ہے اچھے کپڑے پہننا، کھانا پینا، دعوتوں میں جانا اور سیر سپاٹے کرنا۔ شادی کے شروع

کے دنوں میں یہ سب چلا بھی مگر جیسے ہی دلہنا پے کے دن گزرے گھر کی ذمہ داریاں کندھوں پر آپڑیں تو میں بوکھلا گئی۔ زوار سنجیدہ مزاج شخص تھے۔ وہ پریکٹیکل بندے تھے۔ پھوپو بھی خالص گھریلو خاتون تھی اور مجھ میں سوائے ذہانت اور ڈگریاں اکٹھا کرنے کے اور کوئی خوبی نہ تھی۔ ایسے میں میں لمحہ لمحہ پریشان ہوئی۔ ہر دفعہ پریشان ہو کر امی ابو کو فون کرتی تو وہ ڈانٹ دیتیں اور سنجیدگی کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی نصیحت کرتی تھیں۔ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ تم لوگوں میں پریکٹیکل زندگی کا احساس پیدا ہو۔ پڑھائی کے ساتھ ساتھ گھریلو زندگی پر بھی توجہ دو اور تم تو ہو ہی میری طرح نازک مزاج اسی لیے میں تمہیں زیادہ ڈراتی تھی اور تم الٹا سمجھتی گئی۔'' انہوں نے مسکرا کر وضاحت کی تو وہ سر پکڑ کر رہ گئی۔

''آپ مجھے پہلے نہیں بتا سکتی تھیں۔ میں تو اتنا ڈر گئی تھی کہ مجھے تو شادی کے لفظ سے ہی خوف آنے لگا تھا۔ پچھلے ماہ ہی ایک رشتہ آیا تھا۔ کچھ مت پوچھیں کیا کیا حرکتیں کر کے بھگایا تھا اور تو اور آپ کو یاد ہو گا امی کی کزن تجمل آنٹی ہیں ناں ان کا بیٹا داؤد عالم اس کی بھی بات گھر چلی تھی مگر میں نے امی پر ایسا تاثر ڈالا کہ انہوں نے خود انکار کیا تھا۔'' وہ منہ بنا کر بتا رہی تھی۔ نور باجی کا ہنس ہنس کر برا حال ہو گیا۔

''بری بات۔ جو لڑکی رشتہ بھگا سکتی ہے وہ اتنی بدھو نہیں ہو سکتی۔ ویسے مجھے تمہاری سب حرکتوں کی رپورٹ ملتی رہی تھی۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ تم یہ سب میرے تجربے سے سیکھ رہی ہو۔'' ان کے ساتھ ساتھ وہ بھی ہنس دی۔

''دیکھ لیں۔ آپ مت جھوٹ بولیں۔ مجھے ڈر تھا جب پھوپو بھی ہو کر اس قدر آپ پر ظلم کر سکتی ہیں تو دوسرے لوگوں سے تو امید ہی نہیں رکھنی چاہیے۔ اس میں بھی ہمارا ہی قصور ہے۔ میں تو بہت کم لاہور آئی ہوں۔ اسی لیے مجھے پھوپو کی فیملی کے بارے میں کم ہی انفارمیشن حاصل ہے۔''

''چلو اب تو حاصل ہو گئی نا۔ اب جو بھی رشتہ آیا پہلی فرصت میں ہاں کر دو۔ تم تو ویسے بھی پڑھائی سے جلتی ہو۔ ایک واضح بہانہ لیے تمہارے ہاتھ جب ذمہ داری پڑے گی تو سب سیکھ جاؤ گی میری طرح۔''

''نہ بابا نہ۔ آج کل امی اسی سازش میں لگی ہوئی ہیں۔ ابھی چند سال تو بالکل بھی نہیں۔ پہلے ہی بڑی مشکل سے امی کا دماغ آنٹی تجمل کے بیٹے سے ہٹایا ہے لیکن آج کل وہ بوا رحمت کے ساتھ مل کر کوئی کھچڑی پکا رہی ہیں۔ اللہ نہ کرے انہیں کوئی لڑکا پسند آئے۔'' اس نے کانوں کو ہاتھ لگا کر معافی مانگی تھی۔ نور باجی ہنس دیں۔

نور باجی کے ہاں وہ بہت خوش تھی۔ پڑھائی سے جان چھوٹی ہوئی تھی۔ روز کہیں نہ کہیں جانے کا پروگرام بنتا تھا۔ وہ صرف ڈیڑھ ہفتہ وہاں رہ پائی تھی کہ حمزہ اور تائی جان نے واپسی کا ارادہ باندھا۔ امی نے فون کر کے اسے ان کے ہمراہ ہی واپس آنے کی سختی سے تاکید کی تھی۔ اس کا دل تو نہیں مانتا تھا مگر انکار کا کوئی سبب نہ تھا سو مجبوراً تائی اور حمزہ کے ساتھ ہی واپس آ گئی تھی۔ امی نے اسے لائبریری جانے کو نہیں کہا تھا۔ اس نے بھی تنہائی کا بہانہ کر کے خود کو گھر میں مصروف رکھا تھا۔

اس دن امی کے ورکشاپ میں چلے جانے کے بعد وہ لاؤنج میں میگزین لے کر بیٹھ گئی۔ چچی جان اور دادی جان دونوں سونے کے لیے اپنے اپنے کمروں میں گھس گئیں تو گھر پر وہ بالکل تنہا تھی۔ کال بیل ہوئی تو اسے مجبوراً اٹھنا پڑا۔ حمزہ تھا اس نے دروازہ کھول کر یہ دیکھے بغیر کہ اس کے ساتھ اور کون ہے۔ دوبارہ اندر کی طرف قدم بڑھائے اور دوبارہ اپنی جگہ پر آ کر میگزین کھولتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ حمزہ تنہا نہیں اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہے کیونکہ لاؤنج کے دوسرے حصے سے دونوں کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ دراصل یہ ایک بڑا ہال کمرہ تھا۔ اتنی بڑی فیملی میں کمروں کی کمی کو پورا کرنے کے لیے اس ہال کمرے کو درمیانی چھت سے لے کر زمین تک پردہ لگا کر دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک حصہ لاؤنج کے طور پر کام آتا تھا تو دوسرا ڈرائنگ روم کے طور پر اجنبی مہمانوں کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ اکثر حمزہ کے دوست احباب آتے رہتے تھے۔ وہ نظر انداز کیے بیٹھی رہی۔

''ماریہ! فٹافٹ اٹھو۔ میرا ایک اہم مہمان ہے۔ پلیز کھانے پینے کو کچھ لے آؤ۔''

وہ جو گھر کے کاموں سے پہلے ہی خار کھائے بیٹھی تھی۔ آج امی کی نگرانی میں ساری صفائی اسی نے کی تھی اور اس وقت سے مسلسل کڑھ رہی تھی۔ اب تو آہستہ آہستہ اسے صفائی کرنا بھی آتی جا رہی تھی۔ اب کہیں جا کر تھوڑا سکون ملا تھا لیکن اب حمزہ کی یہ فرمائش۔

''کیوں نوکرانی سمجھ رکھا ہے تم سب لوگوں نے مجھے۔ جس کا جب جی چاہتا ہے منہ اٹھا کر حکم شاہی عنایت کر دیتا ہے۔ اتنی گرمی میں چائے کا کوئی رواج نہیں ہے۔ فریج میں کوک کی بوتل پڑی ہوئی ہے۔ کیبن میں بسکٹ، نمکو، پیسٹری اور دیگر چیزیں ہوں گی۔ خود جا کر نکالو۔ تمہیں بھی پتا چلے دوستوں کی خدمتیں کیسے ہوتی ہیں اور تمہارے دوستوں کو اس موسم میں تپتی دوپہر میں بھی اپنے گھروں میں چین نہیں جو منہ اٹھائے کھانے پینے کو آ جاتے ہیں۔'' حمزہ تو اسے کہہ کر پچھتایا۔ دوسرا اتنا اونچا والیم تھا کہ دوسری طرف آواز بآسانی سنی جا سکتی تھی وہ تپ اٹھا۔

''تم سے تو کوئی بات کہنا ہی فضول ہے۔ نجانے سسرال میں جا کر کیا کرو گی؟ اور اس قدر اونچا والیم ہے کہ توبہ۔ ساری باتیں سنی ہوں گی داؤد بھائی نے۔ پہلی دفعہ ہمارے گھر آئے ہیں۔ کیا سوچتے ہوں گے وہ بھی ......'' وہ بہت دھیمی آواز میں اسے ڈانٹ رہا تھا۔

''ہاں تو کب کہا ہے میں نے کہ تم آ کر میری منتیں کرو۔ وہ دونوں وہاں جا کر بیٹھ گئی ہیں اور یہاں اکیلی میری جان شکنجے میں پھنسی ہوئی ہے۔ صبح سے کام کر رہی ہوں۔ اب پھر جت جاؤں۔ میں فارغ نہیں ہوں۔ میرا دماغ کھانے کی بجائے جا کر خود ہی اپنے دوست کے لیے اہتمام کر لو۔'' اس نے صاف لال جھنڈی دکھائی۔ وہ بھی اس پر لعنت بھیجتا دوسری طرف چلا گیا۔ وہ نجانے کیا کہہ رہا تھا۔ وہ سر جھٹکتی میگزین پڑھنے لگی تھی۔ فون کی بیل بج اٹھی۔ وہ کلس کر کونے میں رکھے فون اسٹینڈ کی طرف بڑھی۔

''نجانے اس بھری دوپہر میں کس کی جان عذاب میں آئی ہوئی ہے۔'' بڑبڑا کر ریسیور اٹھایا۔

''ہیلو۔'' وہ سخت بیزار تھی۔

''کون ...... ماریہ ...... میں زویا ہوں۔ کیسی ہو تم۔ کیسی بے مروت ہو ادھر جا کر فون تک نہیں کیا۔ تنگ آ کر سوچا ہم ہی کر لیں۔'' دوسری طرف سے وہ نان اسٹاپ شروع ہو گئی تھی۔ وہ جوان لوگوں کو بہت مس کر رہی تھی ایک دم ساری بیزاری اڑن چھو ہو گئی اور موڈ بھی ایک دم خوش گوار ہو اٹھا۔ ساتھ میں آواز بھی اونچی ہو گئی تھی۔

''ہائے زویا! تم ...... بڑی بے مروت ہو۔ اب فون کر رہی ہو۔''

''میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بہت مزہ آ رہا ہے۔ پتا ہے دائم بھائی کی آج کل خوب شامت آئی ہوئی ہے۔ خوب ان کی جیب خالی کروائی جا رہی ہے۔ وہ بے چارے دہائی دیتے رہ جاتے ہیں مگر کسی کو اثر ہی نہیں ہوتا۔ تم تو آ گئی تھیں۔ نور سمیت سب نے تمہیں بہت مس کیا ہے۔''

''ہاں میں بہت مس کر رہی ہوں۔ ذرا بھی دل نہیں لگ رہا۔ امی کی وجہ سے آنا پڑا تھا ورنہ......'' اس نے بھی منہ بنا کر کہا۔

''تمہیں ایک راز کی بات بتاتی ہوں۔ دائم بھائی (زوار کا چھوٹا بھائی) نازیہ میں انٹرسٹڈ ہے۔ یہ بات نازیہ نے مجھے خود بتائی ہے۔ اب سے نہیں بہت پہلے سے۔ ہے نا حیرت کی بات۔''

''کیا واقعی۔ یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟ ان دونوں کی کبھی بنی ہی نہیں۔ ہر وقت بچوں کی طرح تو جھگڑتے رہتے ہیں۔ نازیہ تو انہیں الو، بندر اور بھی نجانے کیا کیا کہتی رہتی ہے۔ مجھے تو ذرا بھی یقین نہیں آ رہا۔'' وہ واقعی حیران تھی۔

''یقین کر لو۔ نازیہ کا اب بھی وہی رویہ ہے مگر بہت خوش ہے۔ پوری گھنی ہے۔ بس ہمارے سامنے بنتی ہے اور خود پور پور محترم کی محبت میں ڈوبی ہوئی ہے۔'' وہ مزے سے بتا رہی تھی۔

''آلے یہ نازیہ کی بچی۔ ہمیں کیسے ہر وقت لیکچر دیتی رہتی تھی اور خود کو دیکھو...... ایک دفعہ ہاتھ لگے دیکھنا کیا حشر ہوتا ہے اس کا...... ہم سے چھپایا۔ یعنی ماریہ قطب الدین سے۔'' دوسری طرف زویا کھلکھلا کر ہنسنے لگی تھی۔ وہ بھی ہنس دی۔

''اور تم سناؤ۔ لائبریری جا رہی ہو؟''

''نہیں۔ تم لوگوں کے بغیر بھلا میں کہیں جا سکتی ہوں ...... خدا خدا کر کے تم لوگوں کا بہانہ کر کے میری اس مصیبت سے جان چھوٹی ہے۔ صبح ہوتی ہے تو امی ڈنڈا لے کر سر پر کھڑی ہوتی ہیں۔ سارے گھر کی صفائی کرنا پڑتی ہے۔ اس کے بعد امی جب چلی جاتی ہیں تو کچھ سکون ملتا ہے۔ ٹی وی دیکھ لیتی ہوں یا ایف ایم سنتی ہوں اگر حمزہ کا موبائل گھر پر ہو تو پھر اس کا آپریشن کرتی ہوں۔ بس اپنی تو یوں ہی بور گزر رہی ہے۔'' اس نے آرام سے بتایا۔

''اور پڑھتی کب ہو؟ اور چچی جان تمہیں کچھ نہیں کہتیں؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''بالکل نہیں۔ پتا ہے کل امی تجمل آنٹی کو فون پر بتا رہی تھیں کہ اب ماریہ سلجھنے لگی ہے۔ گھر کے کاموں میں دلچسپی لینے لگی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ مجھے امی کے ہاتھ میں پکڑے ڈنڈے کا زیادہ خوف ہوتا ہے اور امی انہیں یہ بھی کہہ رہی تھیں کہ میں سنجیدہ ہو کر پڑھ رہی ہوں وہ بھی گھر پر۔ امی کو تو یہ بھی نہیں پتا کہ میں پڑھ نہیں رہی ہوتی بلکہ تین بجے سے شام چھ بجے تک لان میں برگد کے درخت کے نیچے بیٹھ کر واک مین سنتی ہوں۔'' اس نے ہنس کر بتایا تو زویا چیخی۔

''کیا ...... اور اب تک تم بچی کیسے ہو ...... چچی کو پتا نہیں چلا ......؟''

''نہ بالکل نہیں ...... دراصل کتاب لے کر گود میں رکھ کر بیٹھ جاتی ہوں۔ بغل میں ریڈیو ہوتا ہے۔ کانوں میں واک مین ہوتا ہے اور کس کے دوپٹہ اوڑھا ہوتا ہے۔ سب سمجھتے ہیں کہ میں ابھی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی ہوں اور اس وقت پڑھ رہی ہوں اسی لیے کوئی ڈسٹرب نہیں کرتا۔ امی دیکھ دیکھ کر نہال ہوتی ہیں کہ میں پڑھ رہی ہوں۔ انہیں کیا علم کہ میں سر ہلا ہلا کر گانے کی لے پر ہونٹوں سے کتاب کے لفظ نہیں بلکہ گانے کے بول نکل رہے ہوتے ہیں۔'' وہ خوش ہو کر اپنی ساری کارستانی بتا رہی تھی۔ دوسری طرف زویا نے اپنا سر پیٹا۔

''تمہیں شرم آنی چاہیے ماریہ! تم چچی جان کو دھوکہ دے رہی ہو۔ نہیں بلکہ خود کو دے رہی ہو۔''

''لو بھلا اس میں دھوکے والی کون سی بات ہے......؟ انہیں بھی تو میرا مسئلہ سمجھنا چاہیے نا۔ بس نہیں چاہتا میرا دل پڑھنے کو تو پھر زبردستی کاہے کو۔ وہ یوں کریں گی تو میں بھی اسی طرح کروں گی۔ تم جانتی ہو کہ کیسے نقل کر کر کے میں یہاں تک پہنچی ہوں۔ اگر امتحانوں کے دنوں میں تم دونوں ساتھ نہ دیتیں تو میں چھٹی کلاس سے آگے کبھی نہ بڑھ پاتی اور بی۔ اے مجھے سب سے مشکل لگ رہا ہے۔ انگلش میرے سر سے گزر جاتی ہے۔ یہ سب تمہارا اور نازیہ کا قصور ہے۔ نہ تم بی۔ اے میں داخلہ لیتیں نہ میری جان شکنجے میں آتی۔ اب امی کی تڑی کہ نہیں پڑھنا تو نہ سہی وہ میری شادی کر دیں گی۔ یعنی دوسرے معنوں میں ایک عدد الو میرے سر پر بٹھا دیں گی۔ شادی کا مطلب بربادی ...... اور یہ بات امی نہیں سمجھ رہیں ...... اور مجھے امی کی ضد بھی منظور نہیں۔ ان کے ڈنڈے کے خوف سے گھرداری سیکھ تو رہی ہوں مگر سسرال داری نہیں کروں گی اور جو بیں امی میرے لیے منتخب کریں گی اس کا تو ابھی سے ہی اللہ حافظ بلکہ ساتھ میں تم لوگ بھی فاتحہ پڑھ لو۔ کسی کو بھی ذرا بھی مجھ سے ہمدردی نہیں ہے۔ امی نے تو باقاعدہ

میرے لیے رشتے کی تلاش کی مہم چلائی ہوئی ہے۔ ذرا بھی مزا نہیں آتا۔''

''ارے ماریہ! وہ لائبریری والا لڑکا یاد آتا ہے تمہیں۔ عجیب شخص تھا وہ بھی۔ میں جب بھی تمہاری شادی کا تصور کرتی ہوں۔ مجھے تمہارے ساتھ وہی شخص نظر آتا ہے۔''

''اچھا یاد دلایا تم نے۔ مجھے بھی تم سے یہ بات کرنی تھی۔ تم نے نازیہ اور نور باجی کو اس لڑکے سے متعلق آگاہ کیا تھا۔ سچ کہہ رہی ہوناں۔''

''ہوں تم تو جانتی ہو کہ جب تک نازیہ سے ساری راز کی باتیں نہ کرلوں مجھے کوئی بات ہضم نہیں ہوتی پھر مجھے وہ لڑکا پسند بھی آیا تھا۔ میں نے جاتے ہی نازیہ کو بتادیا...... اور تم لائبریری کیوں نہیں جارہی...... وہ بے چارہ تو انتظار کرتا ہوگا تمہارا۔''

''تو کرے میری بلا سے۔ تم نے کیوں بتایا نور باجی کو وہاں۔ وہ ہر وقت مجھے معنی خیز نظروں سے دیکھتی رہتی تھیں بلکہ اکثر اسی لڑکے کی طرح سلام بھی جھاڑنے لگی تھیں۔'' دوسری طرف زویا کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

''بڑی بے مروت ہو تم...... تم سے جو بھی محبت کرے گا اپنا آپ کھوئے گا۔ ویسے ماریہ وہ لڑکا مجھے اچھا لگا ہے۔ کتنی زبردست شخصیت ہے۔ مجھے ایسے لوگ بہت اچھے لگتے ہیں اور تمہارے ساتھ جچے گا بھی بہت۔ کیا خوب گزرے گی جب مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔''

''زویا کی بچی...... پٹ جاؤ گی میرے ہاتھ سے۔ اپنے اس ہینڈسم کو تو گولی مارو...... ورنہ یہ کام میں کردوں گا۔ اگر آئندہ تم نے اس اشارے بازبدتمیز شخص کا ذکر بھی کیا تو پھر تمہیں مجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ میں تمہیں بھی ہینڈسم بنادوں گی۔''

''اتنا تو سچ ہے کہ وہ تمہارے ساتھ جچے گا۔'' دوسری طرف وہ اب بھی سنجیدہ نہیں تھی۔

''زویا کی بچی...... میں تمہارا بھیجہ نکال دوں گی بلکہ اس بدتمیز شخص کے ساتھ تمہیں بھی گولی سے اڑادوں گی۔ سمجھیں تم۔''

''ارے اتنا غصہ۔ ضرور گالوں پر لالی آئی ہوگی۔ آنکھوں میں کوئی مستی چھائی ہوگی اور ہونٹ اس کا نام گنگنا رہے ہوں گے۔ ویسے نام کیا ہے موصوف کا......؟''

''تمہارا سر......'' اس نے بھنا کر ریسیور پٹخ دیا۔ ''بدتمیز۔ اسٹوپڈ۔'' اسے گالیوں سے نوازتی جوں ہی پلٹی دونوں حصوں کے درمیان پردہ تھامے کھڑے شخص کو دیکھ کر پتھر کی بن گئی۔

''السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ آپ تو لائبریری آنہیں رہی تھیں۔ سوچا میں ہی آپ سے مل لوں۔ مزاج بخیریت ہیں ناں۔'' وہ پردہ ہٹا کر آگے بڑھ آیا تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ وہ ایک دم ہوش میں آئی۔

''تم...... تم...... تمہیں جرأت کیسے ہوئی یوں میرے گھر میں گھس آنے کی......؟ نکل جاؤ یہاں سے...... ورنہ میں شور مچا کر سارے گھر والوں کو اکٹھا کرلوں گی۔ میں عام لڑکی نہیں ہوں...... سمجھے تم......'' وہ واقعی پریشان ہوگئی تھی۔ یہ شخص پیچھا کرتے کرتے اس کے گھر تک آگیا تھا۔ نجانے آگے کیا ہو؟ اس کا دل خوف سے کانپنے لگا۔

''ابھی میرا ذکر ہو رہا تھا...... وہ بھی اس قدر اپنائیت بھرے انداز میں۔ سوچا میں خود ہی سامنے آجاؤں۔ ویسے میرا ذکر کرنے کا...... مجھے یاد فرمانے کا شکریہ۔ کہیے بندہ حاضر ہے کیا خدمت کرسکتا ہوں...... ویسے پہلے یہ بتایئے لائبریری کیوں نہیں آرہیں؟'' وہ اس کے چہرے پر چھائے غصے کی پروا کیے بغیر بہت توجہ سے پوچھ رہا تھا۔ وہ پریشان ہوگئی۔

''تم کون ہو...... کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟ وہاں لائبریری میں اتنے لوگ ہوتے ہیں۔ آخر میرے ہی پیچھے پڑنے کا مقصد کیا ہے؟'' وہ جو کسی کو بھی خاطر میں نہ لاتی تھی اس وقت خوفزدہ پوچھ رہی تھی۔ وہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔

''تمہیں میرے گھر کا ایڈریس کہاں سے ملا؟'' وہ اب پہلے سے زیادہ خوفزدہ تھی۔ داؤد عالم کو اسے اس حالت میں دیکھ کر لطف آرہا تھا۔

''لائبریری سے۔'' اس نے مزے سے بتایا۔ وہ لب بھینچ گئی۔

''دیکھو پلیز یہاں سے چلے جاؤ ورنہ......'' وہ ایک دم پریشانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ ایک دم یاد آیا حمزہ کا کوئی مہمان آیا ہوا تھا اور یہ شخص...... ایک دم الجھ کر اسے دیکھا۔

''اگر میں نہ جاؤں تو......؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔ ماریہ کا غصہ ایک دم لوٹنے لگا۔

''تو میں شور مچا کر اپنے گھر والوں کو اکٹھا کرلوں گی۔ اس کے بعد تمہاری جو درگت بنے گی وہ ملاحظہ کرنا۔'' دانت کچکچا کر کہا گیا تھا۔ داؤد عالم کو اچھا لگا۔

''واقعی...... پھر مچائیں شور...... میں بھی دیکھتا ہوں کون کون آتا ہے؟ لگے ہاتھوں آپ کے اہل خانہ سے بھی ملاقات ہوجائے گی۔'' وہ آگے بڑھ کر بڑے ریلیکس موڈ میں صوفے پر بیٹھا تو ماریہ کا سانس حلق میں اٹکنے لگا۔ عجیب شخص تھا۔

''دیکھیں۔ آپ میری نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں اور آپ اندر آئے کیسے؟'' میں صرف دھمکی نہیں دے رہی۔ میں آپ کا حشر نشر کردوں گی۔''

''ضرور...... میں بھی تو منتظر ہوں۔ ویسے آپ دھان پان سی لڑکی ہیں۔ میرا حشر نشر کیسے کریں گی؟''

''تم...... تم...... دفعان ہوجاؤ یہاں سے......'' بے بس ہوکر وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی جیسے اسے مارنے کو کوئی چیز ڈھونڈ رہی ہو۔ اس سے پہلے کہ وہ کامیاب ہوتی حمزہ کی آواز ڈرائنگ روم سے آنے لگی۔

''داؤد بھائی...... داؤد بھائی...... کہاں گئے آپ...... داؤد بھائی۔'' وہ اسے آوازیں دیتا ادھر ہی آگیا تھا اور ماریہ حمزہ کے منہ سے ان کا نام سن کر ہکا بکا کھڑی تھی۔ یعنی یہ حمزہ کا وہی مہمان تھا جس کی خاطر مدارت کا وہ کہہ رہا تھا۔

''ارے داؤد بھائی! آپ یہاں...... میں آپ کو ادھر دیکھ رہا تھا۔ دراصل مجھے تو اسنیکس کے لیے چیزیں تلاش کرنے میں دیر ہوگئی۔'' وہ ہاتھ میں ٹرے پکڑے ہوئے تھا۔ آگے بڑھ کر اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی پھر اس کی ماریہ پر نظر پڑی تو ٹھٹک گیا پھر داؤد کو دیکھا وہ مسکرا رہا تھا۔ وہ فوراً سٹپٹا گیا پھر ماریہ کو دیکھا تو غصہ آنے لگا۔ کیسے تھوڑی دیر پہلے بری طرح انکار کردیا تھا اور اب یوں کھڑی تھی گویا اس ریاست کی مہارانی ہو۔

''داؤد بھائی! ان سے ملیں یہ ماریہ ہے۔ میرے چچا قطب الدین اور نسرین چچی کی بیٹی۔'' وہ مجبوراً اس کا تعارف داؤد سے کرا رہا تھا ورنہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ جتنی تیزی سے اونچی آواز میں اس کی زبان چل رہی تھی صاف پتا چل رہا تھا کہ محترمہ کیا چیز ہے......

''اور ماریہ یہ تمہاری تجمل آنٹی کے بیٹے داؤد عالم ہیں۔ یہ پرسوں بھی آئے تھے آج ادھر سے گزر رہے تھے تو میں انہیں اندر لے آیا۔ تم جانتی ہونا انہیں۔'' وہ بتا رہا تھا اور وہ ہکا بکا دیکھ رہی تھی۔

''کیا......؟'' اس کا ذہن ماؤف ہوچکا تھا۔ داؤد عالم تجمل آنٹی کا بیٹا...... وہ جو کوئٹہ میں تھا جو حال ہی میں یہاں سیٹل ہوا تھا جس کا رشتہ اس کے لیے آیا تھا اور جس کی وجہ سے اس نے امی پر غلط تاثر قائم کرنے کے لیے کیا کیا جتن نہیں کیے تھے۔

''جی۔ میں ہی ہوں داؤد عالم۔ آپ کی تجمل آنٹی کا بیٹا۔'' ماریہ کو لگا وہ صرف اسے زچ کررہا ہے۔ وہ جان بوجھ کر اسے تکلیف دینے کی کوشش کررہا تھا۔ وہ ایک دم لب بھینچ کر اسے گھور کر ایک غصیلی نگاہ ڈالتے ہوئے وہاں سے چلی آئی تھی۔

''وہ تجمل آنٹی کا بیٹا ہے۔'' وہ جوں جوں سوچ رہی تھی اس کے دماغ کی رگیں پھولتی جارہی تھیں اور کچھ دیر پہلے اپنا لاؤڈ اسپیکر فل والیم میں کھولے نجانے کیا کیا ہانک رہی تھی۔ اس نے سب سنا تھا۔ اب نجانے وہ کیا سمجھے......؟ پہلے ہی انتہائی پریشان کیا ہوا تھا اس شخص نے۔

❊......❊......❊

زویا اور نازیہ واپس آگئیں اور پھر جیسے ہی اس نے انہیں داؤد عالم کے متعلق بتایا اور ساری تفصیل گوش گزار کی تو دونوں ہی ہکا بکا رہ گئیں بلکہ چیخ اٹھیں۔

''بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ ہینڈسم سا شخص تجمل آنٹی کا وہی سڑیل بدمزاج پتلا سا بیٹا ہے جو بچپن میں آنٹی کے ساتھ ہمارے ہاں آتا تھا۔ نہیں...... یہ ہینڈسم سا بھلا اس کالے کلوٹے سے لڑکے سے کا مقابلہ کیسے کرسکتا ہے۔'' نازیہ کی حیرت ختم نہیں ہورہی تھی۔

''جب ہم نے اسے دیکھا تھا تب ہم خود بھی کالی موٹی پلی ہوئی بھیڑیں ہوا کرتی تھیں اور یہ تب کی بات ہے جب ہماری ناک بہتی تھی اور رال بھی ٹپکتی تھی۔ ویسے مجھے سب سے زیادہ حیرت اس بات پر ہورہی ہے کہ اس شخص کا رشتہ ماریہ کے لیے آیا تھا۔ یقین نہیں آتا۔'' نازیہ نے سوچتے ہوئے کہا تو ماریہ نے اسے گھورا۔

''تم لوگ اس کی تعریفیں کررہی ہو یا میرے زخموں پر نمک چھڑک رہی ہو؟'' وہ بھنائی تھی۔

''دونوں کام۔'' نازیہ نے آرام سے کہا تو وہ چیخ اٹھی۔

''کیا...... تمہارا دماغ تو درست ہے؟ بجائے یہ کہ میری مدد کرو۔ مجھے زچ کررہی ہو۔ پتا ہے کل بھی تجمل آنٹی آئی تھیں۔ اپنی بڑی بیٹی جبین کے ساتھ۔ امی بھی بہت خوش تھیں۔ مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔ یہ سارا ان کے بدتمیز بیٹے کا قصور ہے۔ بچپن میں کیسا بھیگی بلی بنا رہتا تھا ہر وقت اپنی ماں کے پلو پکڑے پیچھے پیچھے میں میں کرتا رہتا تھا مگر اب تو جیسے ساری ہوشیاری اس پر ختم ہوتی ہے۔ کتنا بدل گیا ہے وہ......''

''واقعی نازیہ! ماریہ سچ کہہ رہی ہے۔ بچپن میں تو وہ بہت چیچنچ تھا۔ تمہیں یاد ہوگا ماریہ ایک دفعہ وہ ہمارے ہاں آیا تھا اور ہم نے شرارت سے اسے مرغیوں والے ڈربے میں بند کردیا تھا اور مرغیوں کا ڈربہ بھی اوپر کی چھت پر تھا۔ گرمیوں کے دن تھے۔ گرمی زوروں پر تھی۔ وہ روتا چیختا رہ گیا تھا مگر ہم بھی تین تھے۔ ایسا قابو کیا کہ اسے بند کرکے ہی نیچے اتریں پھر ہم بھول گئیں اور جب تجمل آنٹی جانے لگیں اور اسے ڈھونڈا تو ہمیں یاد آیا تھا کہ ہم اس کا کیا حشر کرچکی تھیں پھر جب اسے ڈربے سے نکالا تو وہ بے ہوش ہوچکا تھا۔'' زویا مزے سے بتارہی تھی۔ اسے بھی سب یاد آتا گیا۔ خاص طور پر اس واقعے کے بعد پڑنے والی مار۔

''واقعی امی سے بہت مار پڑی تھی کیونکہ اسے ڈربے میں بند کرنے کی تجویز میری ہی تھی۔'' اس نے منہ بنا کر بتایا۔ تینوں ہنس دیں۔

''بچپن کے دن بھی کیا تھے...... تب تو وہ بہت معصوم اور سادہ سا لڑکا تھا مگر اب توبہ توبہ......'' زویا نے رائے دی تو دونوں نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

''اب سوچو۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ ظاہر ہے وہ اب لائبریری والی حرکتیں تو نہیں کرے گا مگر اب آرام سے بھی نہیں بیٹھے گا پھر اب تو اور شیر ہوگیا ہوگا۔ جس طرح مجھے علم ہے کہ امی کس طرح مجھ پر اس رشتے کے لیے زور دیتی رہی تھیں یقیناً اس کے گھر میں بات ہوئی ہوگی۔ وہ اتنا چھوٹا بچہ نہیں کہ میں نظر انداز کروں اور وہ آرام سے بیٹھا رہے۔'' یہ واقعی پریشانی والی بات تھی پھر تینوں نے مل کر کافی دیر تک سوچا کہ کیا حل نکالیں مگر کوئی سرا ہاتھ نہ آیا تو تینوں نے حالات پر چھوڑ دیا تاہم ماریہ نے یہ ضرور فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ اس شخص کے منہ کم ہی لگے گی...... بلکہ کبھی بات ہی نہیں کرے گی۔ نجانے اسے کیوں شک سا رہنے لگا تھا کہ وہ یقیناً رشتے سے انکار کی وجہ سے اس کے پیچھے پڑا ہے۔

پھر کالج کھل گئے اور ان کی روٹین ایک دم بدل گئی۔ صبح کالج وہاں سے واپس آکر کھانا کھانا۔ تھوڑا آرام کرنا اور امی کے مجبور کرنے پر کبھی کبھار کچن میں بھی جھانک لینا۔

پہلے کی طرح وہ اب بھی پڑھتی کم ہی تھی بلکہ ادھر ادھر کی ہانک کر سارا وقت پاس کرتی تھی۔ البتہ زویا اور نازیہ سنجیدہ ہو چکی تھیں۔ سب گھر میں ہی ہوتے تھے۔ وہ دونوں رات کے کھانے کا انتظام کرتی تھیں۔ ویسے تو وہ بھی ان کا ہاتھ بٹانے لگی تھی مگر وہ بجائے سنوارنے کے کام بگاڑتی ہی تھی۔ ایسے میں دونوں غصے سے اسے کچن سے باہر کر دیتیں اور پھر وہ موجیں مناتی تھی۔ امی نے اب اس سے سمجھوتہ کر لیا تھا۔ اب پہلے کی طرح اسے پڑھنے پر زور نہیں دیتی تھیں بلکہ اکثر جب وہ ان کے سامنے ٹی وی وغیرہ دیکھ رہی ہوتی تو ٹوکتی بھی نہ تھیں۔ یہ ماریہ کے لیے بھی حیرت کی بات تھی پھر دن اوپر تلے گزرتے چلے گئے۔

زویا کمرے میں آئی تو وہ موبائل ہاتھ میں لیے مصروف تھی۔ یہ حمزہ کا موبائل تھا۔ رات کو جب وہ باہر کہیں جاتا تھا تو موبائل گھر ہی چھوڑ جاتا تھا کہ راستے میں چھین نہ لیا جائے اور اکثر حمزہ کا موبائل ماریہ کے ہاتھوں کھلونا بنا ہوتا تھا۔ اب بھی موبائل ماریہ کے ہاتھوں میں دیکھ کر نازیہ تپ گئی۔

''خدا کا واسطہ ہے بی بی! یہ تمہارا آخری سمسٹر ہے۔ کچھ تو خدا کا خوف کر لو۔ اپنی نہیں تو چچی جان کی عزت کا ہی خیال کر لو۔ کہاں وہ ایم۔ ایس۔ سی میتھمیٹکس اور کہاں تم سی نالائق لڑکی...... یہ تم ہر وقت موبائل کے ساتھ مت چمٹی رہا کرو...... فیل ہو جاؤ گی۔''

''بے فکر رہو میں اتنی چھوٹی باتوں پر پریشان نہیں ہوتی۔ دنیا میں اور بھی غم ہیں پڑھائی کے سوا۔'' اسکرین سے نظریں ہٹائے بغیر گنگنا کر ارشاد فرمایا گیا تھا۔ نازیہ کی جان جل کر رہ گئی۔

''رہنے دو نازی! اندھے کے آگے رونا اپنے نین کھونا اور بھینس کے آگے بین بجانے والی بات ہے۔ جب فیل ہو گی سر پر اماں کے جوتے پڑیں گے تو سب ہوش ٹھکانے آ جائیں گے۔'' زویا نے کہا اور اپنی کتابیں لے کر بستر پر بیٹھ گئی۔ ماریہ ہنس دی۔

''تمہیں میرے غم میں دبلے ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب پاس ہونا ہو تو محنت بھی کروں جب طے ہے کہ فیل ہی ہونا ہے تو کیوں جان کھپاؤں...... تم لوگ اپنی فکر کرو۔''

''مرو تم...... تم سے تو کچھ کہنا ہی فضول ہے۔'' نازیہ نے بھی وہیں بیٹھے کشن اٹھا کر اسے دے مارا۔

کالج جانا ماریہ کے لیے شروع سے ہی تکلیف دہ تھا۔ اب بھی یہی حال تھا۔ اسی لیے وہ ایک دن اگر کالج جاتی تھی تو دوسرے دن چھٹی ضرور کرتی تھی۔ امی اپنے اسکول سے آنے کے بعد گھریلو کاموں میں الجھی رہتی تھیں۔ ایسے میں وہ اب اسے کم ہی جھڑکتی تھیں۔ نور باجی میکے آئی ہوئی تھیں۔ ماریہ کے ہاتھوں ان کا چھوٹا موٹا سا صحت مند آفاق ایک کھلونا تھا۔ کالج سے آتے ہی وہ اسے چمٹ جاتی تھی اور وہ بھی اس کے ساتھ بہت خوش رہتا تھا۔

تجمل آنٹی کے یہاں پارٹی تھی۔ وہ اپنی بیٹی کے ساتھ دعوت دینے آئی تھیں بلکہ صبح ہی صبح زویا' نازیہ اور ماریہ کو آنے کی پرزور تاکید کی تھی۔ امی نے اور دادی جان نے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ انہیں اور نور کے ساتھ صبح کو ہی بھیج دیں گے۔ ماریہ اس حکم شاہی پر تلملا کر رہ گئی۔ دعوت والے دن اس نے بہت کوشش کی تھی کہ وہ نہ جائے مگر امی نے بھی اسے بھیج کر ہی دم لیا۔ سارا رستہ وہ کڑھتی رہی۔ وہ پہلے تجمل آنٹی کے ہاں اس وقت آئی تھیں جب وہ لوگ دوبارہ یہاں سیٹل ہوئے تھے تب پہلی مرتبہ تجمل آنٹی سے اس کی ملاقات ہوئی تھی اور وہ پہلی ملاقات اس کی زندگی کا عذاب بن گئی جسے وہ اب تک بھگت رہی تھی۔ نازیہ اور زویا خوب چہک رہی تھیں۔ نور باجی بھی مسکراتی رہی تھیں جب کہ وہ اندر ہی اندر خوفزدہ ہوتی رہی۔ وہ خود بھی حیران تھی وہ ایسی تو نہ تھی پھر اسے کیا ہو گیا تھا کہ داؤد عالم کا نام سن کر ہی اس کے پسینے چھوٹنے لگے تھے۔ نہ ہی وہ کوئی بھوت تھا پھر نجانے کیوں اب اسے دیکھ کر وہ ہولنے لگی تھی۔ اس کا دل اندر پسلیوں میں ہی دھڑ دھڑانے لگا تھا۔ اسی لیے وہ یہاں نہیں آنا چاہتی تھی۔ لائبریری کب کی چھوڑ چکی تھی۔ داؤد عالم ان کے ہاں بار بار آ چکا تھا اور ہر بار اسے اس طرح زچ کرتا تھا کہ وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتی تھی۔ اب تو وہ اس سے متوحش رہنے لگی تھی۔ یہاں آ کر بھی یہی حال ہوا تھا۔ وہ ایک کونے میں چپ چاپ بیٹھی رہی جب کہ وہ تینوں تو بہت خوش تھیں۔ گھوم پھر کر سارا گھر دیکھتی رہیں۔ تجمل آنٹی اور جبین دونوں اسے ایک طرف بیٹھے رہنے کی بجائے گھر دیکھنے کی آفرز کر چکی تھیں جنہیں وہ کئی بار مسکرا کر ٹال چکی تھی۔

''یہ تجمل آنٹی اور میری امی آخر چاہتی کیا ہیں......؟ اور یہ داؤد عالم آخر چیز کیا ہے؟ میں آج کل اس سے اتنی خوفزدہ کیوں رہنے لگی ہوں۔'' وہ کڑھ کر رہ گئی۔

پھر شام تک وہ سب کے ساتھ ادھر سے ادھر گھومتی رہی اور حیرت کی بات ہے کہ داؤد عالم ایک دفعہ بھی اس کے سامنے نہ آیا۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ گھر پر نہیں تھا بلکہ وہ گھر پر ہی تھا مگر اس طرح مہذبانہ انداز لیے ہوئے تھا کہ ماریہ کو اس کی سابقہ حرکات پر شبہ ہونے لگا۔

''پورا ڈرامے باز ہے یہ شخص تو......'' وہ سارا دن یہی سوچتی رہی۔ شام سے پہلے ہی امی دادی جان اور تائی امی چلی آئی تھیں۔ باقی کے لوگ گھر پر ہی رک گئے تھے۔ پارٹی کے بعد چائے کا دور چلا تھا۔ ان لوگوں کے علاوہ ان کے اپنے کافی عزیز و اقارب تھے۔ داؤد عالم سب سے ملتا ملاتا ان کے پاس بیٹھتا اٹھتا لاشعوری طور پر ماریہ کی نگاہوں کی زد میں رہا۔ وہ اس پر نظریں ڈالنا بھی گوارا نہیں کرتی تھی مگر...... اس نے جب بھی خود کو ڈانٹا اس کا دل ہر بار باغی ہوتا چلا گیا۔

''یا اللہ یہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟'' چائے پیتے ہوئے وہ مسلسل خود سے لڑ رہی تھی' جھگڑ رہی تھی۔ یوں ہی نظر اٹھا کر اس نے دیکھا تو داؤد عالم کی نظریں خود پر مرکوز دیکھ کر سٹپٹا گئی۔ اس نے ماریہ کو متوجہ پا کر جاندار انداز میں اسمائل پاس کی تھی۔ اس نے گھبرا کر رخ موڑا تو نظر زویا پر جا ٹھہری وہ شاید دیکھ چکی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شریر مسکراہٹ تھی۔ وہ اندر ہی اندر سلگ اٹھی۔

''بدتمیز۔ جانتا ہے ناں میں اس وقت کچھ نہیں کر سکتی اسی لیے تو......'' اس نے سر جھٹکا۔ زویا نے اشارے سے بلایا تو وہ اٹھ کر اس کے پاس چلی آئی۔ وہ اس کا لال بھبھوکا چہرہ دیکھ کر ہنس دی۔

''زویا! یہ شخص کسی دن میرے ہاتھوں قتل ہو جائے گا۔'' وہ بھنائی ہوئی تھی۔

''اچھا۔ نئی بات ہے...... مگر مجھے لگتا ہے وہ قتل کریں گے...... نہ کہ ہوں گے۔''

''تم تو اپنی زبان بند ہی رکھا کرو۔ میرا دل جل رہا ہے اور تمہیں ٹھٹھولیاں سوجھ رہی ہیں۔'' وہ ایک دم ناراض سی ہو گئی۔

''ارے۔ تم عرض کرو...... بلکہ حکم کرو تو داؤد بھائی کو بلا دوں؟''

''زوئی! میں تمہارا سر پھوڑ دوں گی۔'' وہ ایک دم سٹپٹا کر چیخ اٹھی۔ کتنی بدتمیز ہو گئی تھی زویا پھر وہ دونوں وہاں سے نکل کر گھر کے اگلے حصے میں چلی آئیں جو قدرے اونچائی پر تھا۔

''کتنا پیارا گھر ہے تجمل آنٹی کا ہے ناں؟'' زویا نے بالکونی میں کھڑے ہو کر نیچے جھانکتے ہوئے پوچھا تو وہ سر ہلا گئی۔ نجانے کیوں ایسا ہی ایک گھر اس کے تصور میں بھی تھا۔ اس نے کبھی خواب نہیں دیکھے تھے۔ خوابوں کے جزیروں میں بہت دور تک سفر نہیں کیا تھا مگر ایک ایسے ہی خوب صورت چھوٹے سے ہوادار گھر کا تصور اس کے خیالوں میں رہتا تھا اور آج اسے حیرت ہو رہی تھی کہ اس کا تصور اس کے خیالوں کی دنیا سے نکل کر حقیقت میں اس کے سامنے تھا۔ ایسا تو اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

''گھر واپس کب چلیں گے؟'' اس نے بمشکل اپنے آپ کو پہلے پہلے جیسا بہادر بناتے ہوئے کہا تو زویا نے سر ہلایا۔

''پتا نہیں۔ ابھی تک تو دادی جان وغیرہ کے اٹھنے کا کوئی امکان نظر نہیں آ رہا۔'' وہ ہنس رہی تھی۔

''اب میرا دل گھبرانے لگا ہے۔ تم پتہ کرو بلکہ امی کو کہو کہ اب چلیں۔ یہ کیا کسی کے گھر آ کر ہی بیٹھ جائیں۔ میں کہوں گی تو امی مزید پھیل کر بیٹھ جائیں گی جب کہ اب میرا دل یہاں سے بھاگ جانے کو چاہ رہا ہے۔'' زویا سر ہلاتی اندر کی طرف بڑھ گئی تھی اور وہ وہیں کھڑی اس کی واپسی کی منتظر رہی۔

''خیریت...... یہاں کیوں کھڑی ہیں؟'' وہ آسمان پر موجود چاند کو دیکھ رہی تھی جب وہاں سے گزرتے داؤد عالم کی نظر اس کی محویت سے دیکھتے سراپے پر پڑی تو وہ وہیں رک گیا۔

ماریہ نے اس کی آواز پر پلٹ کر دیکھا۔ نظر بلا ارادہ تھی۔ وہ نظروں میں بے پناہ ستائش لیے دیکھ رہا تھا۔ ایک دو لمحے کو نظر ٹھہر گئی تھی۔ وائٹ کلف دار شلوار قمیص میں وہ اپنے بھرپور وجود کے ساتھ سارے ماحول پر چھایا ہوا محسوس ہوا۔ وہ ہمیشہ اس سے لڑتی جھگڑتی ہی ملی تھی مگر آج...... اسے احساس ہوا کہ وہ اس کے یوں غور سے دیکھنے پر مسکرانے لگا ہے تو ماریہ نے فوراً نظر پھیری۔ دل میں ایک دم ہلچل ہونے لگی۔

''بدتمیز۔ دیکھ کیسے رہا ہے؟ نظر باز کہیں کا۔'' اگلے ہی پل اپنے دل کو ڈانٹ کر اس نے اپنے سابقہ موڈ میں لوٹنا چاہا۔

''جی آپ کو میرے یہاں کھڑے ہونے پر اعتراض ہے کوئی۔'' وہ جس طرح دیکھ رہا تھا ماریہ کا غصہ لوٹنے لگا۔ اس کی حرکت پر اس نے ٹوکنے کے طور پر یہ پوچھا تھا۔ وہ ہنس دیا۔

''نہیں۔ ویسے مجھے خوشی ہو رہی ہے تمہیں یہاں دیکھ کر...... مجھے یقین نہیں تھا کہ تم آؤ گی......''

''چلیں۔ اب تو میں آ گئی ہوں۔ چاہے زبردستی ہی سہی۔ اب کیا ہو سکتا ہے؟'' وہ اپنے موڈ میں واپس لوٹ چکی تھی۔ سینے پر بازو رکھ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑیں۔

''ہو سکتا ہے۔ بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ ہونے کو تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم مستقل اس گھر میں آ جاؤ۔'' ماریہ نے تو اسے لپا کرنا چاہا تھا لیکن اس نے بھی اس کے اس انداز پر مسکرا کر ایک دم گویا توپ داغ دی تھی۔ وہ پہلے تو ہکا بکا ہوئی پھر نظریں پھیریں اور آخر میں جھنجلا کر رخ بھی موڑا۔

''آپ کا دماغ تو خراب نہیں۔ ہوش میں تو ہیں کیا فرما رہے ہیں آپ؟'' اپنے اتھل پتھل ہوتے دل کو زبردستی ڈانٹ کر اسے گھورا۔

''بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ سوچنا ضرور۔ امی وغیرہ کو بھیجوں گا۔ امید تو نہیں انکار ہو گا مگر تم جیسی سرپھری لڑکی سے ہر قسم کی توقع کی جا سکتی ہے۔'' وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔

ماریہ نے اسے یوں دیکھا جیسے کوئی چیز اٹھا کر اس کے سر پر دے مارے گی۔

''خوش فہمی ہے آپ کی۔ میں آپ جیسے اشارے باز شخص سے شادی کروں۔ کسی باؤلے کتے نے نہیں کاٹا مجھے...... اور آپ کو ہمت کیسے ہوئی میرے متعلق ایسا سوچنے کی۔ میں آپ کو مسلسل نظر انداز کر رہی ہوں تو یہ صرف امی کی وجہ سے ہے۔ آپ رشتہ بھیج کر تو دیکھیں میں لائبریری میں کی جانے والی آپ کی ساری حرکتیں سارے گھر والوں کو بتا دوں گی۔'' اس نے گویا دھمکی دی تھی۔

''آپ سب لڑکیوں کے ساتھ آخر ایک ہی مسئلہ کیوں ہوتا ہے؟ شادی سے انکار کرتے کرتے آخر میں ہاں کہنے والی عادت...... آخر لڑکیاں چاہتی کیوں ہیں کہ لڑکے ان کے پیچھے خوار ہوں۔'' داؤد عالم نے اسے زچ کرنے کی حد ہی کر دی تھی۔

''بڑی خوش فہمی ہے آپ کو اپنے متعلق؟ چلیں آپ رشتہ بھیج کر دیکھیں؟ آپ اپنا حق استعمال کریں میں انکار کرتی ہوں۔ پتا چل جائے گا کون کس کے پیچھے خوار ہو رہا ہے...... اور کب تک ہونا ہے؟''

وہ ایک دم چیلنج کے انداز میں اس کے سامنے جم کر کھڑی کہہ رہی تھی۔ داؤد کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔

"او کے۔ پھر ڈن؟" اس نے ایک دم ہاتھ پھیلایا تو ماریہ سٹپٹا گئی۔ "میرا وعدہ ہے اب کی بار آپ خوار ہوں گی۔" جاندار مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر تھی۔

"شرم آنی چاہیے آپ کو۔" غصے سے ایک دم اس کا برا حال ہو گیا۔ "نجانے یہ شخص کیا ہے؟" وہ کڑھ کر رہ گئی۔

"ارے آپ تو ناراض ہو گئیں۔ بھئی چیلنج تو آپ کر رہی ہیں؟ میں نے تو صرف آپ کی ہاں میں ہاں ملائی ہے...... یا پھر میں سمجھوں آپ ابھی سے ہار مان رہی ہیں......" ماریہ کا جی چاہا اس کا مسکراتا منہ نوچ لے۔ گویا کوئی اثر ہی نہ تھا بلکہ "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" والا حال تھا۔

"میں جتنا بھی آپ کا لحاظ کر رہی ہوں آپ اتنا ہی حد سے گزرتے چلے جا رہے ہیں۔ اب کے مجھ سے بات کرنے کی ضرورت نہیں ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔" اسے انگلی سے تنبیہہ کر کے وہ آگے بڑھنے کو تھی جب اس کی سائیڈ سے گزرتے داؤد عالم کی مضبوط گرفت میں ماریہ کی نازک کلائی آ گئی۔

"بدتمیز انسان۔ میری کلائی چھوڑو۔" ماریہ کے لیے یہ کسی شاک سے کم نہ تھا۔ ایک دم پلٹ کر پھنکاری۔

"اگر نہ چھوڑوں تو......؟" داؤد عالم نے تو حد کر دی تھی۔ وہ مزاحمت کرتی اس کی آنکھوں میں دیکھے گئی۔ وہ جیسے آج اسے آخری حد تک زچ کرنا چاہتا تھا۔ ایک دم ماریہ مشتعل ہو گئی۔ کسی بھی نتیجے کی پروا کیے بغیر اس نے اپنے دانت اس کے ہاتھ پر گاڑ دیے۔ داؤد نے بلبلا کر ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔ وہ یوں بھاگی جیسے شکاری سے بچ کر کوئی جانور بھاگتا ہے۔

"پوری جنگلی ہے یہ لڑکی تو...... لگتا ہے اب انجکشن لگوانا پڑے گا۔" ہاتھ کی پشت سے خون کی بوندیں نکلتے دیکھ کر داؤد عالم بڑبڑایا پھر اپنی ہی حرکت پر وہ خفیف ہوتے ہنس دیا تھا۔

❁......✿......❁

"کتنی پیاری نیند ہے ان دونوں کی اور ایک میں ہوں۔" رات کے دو بجے بستر پر کروٹ بدلتے تھک گئی تو ایک گہری سانس لے کر وہ بستر سے نکل آئی۔ ایک حسرت بھری نظر دونوں پر ڈال کر وہ درمیانی دروازہ کھول کر سائیڈ میں بنی بالکونی میں چلی آئی۔ وہ جب سے داؤد عالم کے گھر سے لوٹی تھی ایک عجیب بے چینی نے پورے وجود کو اپنے حصار میں لیا ہوا تھا۔

"اللہ تمہیں سمجھے داؤد عالم۔ کیوں ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔ آخر کیا بگاڑا تھا میں نے تمہارا۔ اچھی بھلی زندگی گزر رہی تھی۔ ہر غم سے آزاد بے فکر...... مگر اب......" وہ وہیں ٹھنڈی زمین پر بیٹھ گئی۔ اس کا دھیان خود بخود داؤد عالم کی طرف چلا گیا تو وہ پہلی نظر کے بعد مسلسل پیش آنے والے واقعات کو یاد کرتی چلی گئی اور پھر آخر میں آج اس کی کی جانے والی حرکت۔

ماریہ کو اپنی کلائی دہکتی محسوس ہوئی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر اپنے بازو پر اس جگہ انگلیاں پھیریں جہاں اب آگ کی لپٹیں نکلتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"یہ مجھے ہو کیا گیا ہے؟ کیوں میں نے اس چھوٹے سے واقعے کو اس قدر ذہن پر سوار کر لیا ہے...... بھول کیوں نہیں پا رہی میں......" اس نے بے بسی سے اپنی دہکتی کلائی پر ہاتھ رکھ دیا۔

"میرا وعدہ ہے اب کی بار آپ خوار ہوں گی۔" ماریہ کا جی چاہا وہ رو دے۔ وہ تو دوسروں کو بے بس کرنے والی لڑکی تھی۔ کبھی کسی سے بے بس نہیں ہوئی تھی مگر اب یہ داؤد عالم کیسے جان کی مصیبت بنتا چلا گیا...... کس قدر زعم سے اس نے کہا تھا وہ اس وقت کو کوسنے لگی جب وہ سامنے آیا تھا۔ کیا تھا میں وہاں جاتی ہی نہ اور اب...... ایک تو ان لوگوں کا گھر کتنا خوب صورت ہے اور ایک ہمارا ہے۔ بغیر نقشے کے بنایا ہوا سب کے کمرے ایک ہی سیدھ میں ہیں۔ نہ ہی لان ہے اور گیٹ کے نام پر ایک بڑا سا دروازہ...... اور ان کا گھر...... وہ ایک بار پھر وہیں جا پہنچی۔

"کتنا سکون تھا وہاں...... اگرچہ دعوت والا گھر تھا لیکن ذرا بھی افراتفری نہ تھی اور یہاں ہمارا گھر ہے۔ ایک آ رہا ہے ایک جا رہا ہے۔ دونوں بھائیوں کے بچے وہ الگ شور مچاتے رہتے ہیں...... ذرا بھی تو پرائیویسی نہیں ہوتی۔" وہ جو اسی زندگی کو زندگی سمجھتی تھی۔ ہر وقت ہلا گلا کرتی رہی تھی۔ لوگوں کی آمد و رفت سے خوش رہتی تھی۔ اب داؤد عالم کے گھر کا موازنہ کرتے ہوئے اسے اپنا گھر عجیب سا لگا۔ یہ لوگ عالم صاحب سے کسی طرح کم نہ تھے بلکہ ان سے زیادہ خوشحال تھے مگر ان کی زندگی گزارنے کا وہی پرانا انداز تھا جب کہ ان کے ہاں سب کچھ نیا تھا اور شاید یہی کشش تھی جو اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ وہ اتنی سطحی سی لڑکی نہیں تھی مگر اب کے وہ خود بھی اپنی کیفیت کا اندازہ نہیں کر پا رہی تھی۔

"اور اگر داؤد عالم نے سچ مچ تجمل آنٹی کو بھیج دیا تو پھر کیا کروں گی میں؟ امی تو اب انکار کو بالکل نہیں مانیں گی...... اور کیا میں واقعی انکار کر پاؤں گی......" اچانک وہ اس نکتے پر آ کر جم سی گئی۔ رات بیتی جا رہی تھی۔ رات کی شبنم اردگرد کے ماحول کو ٹھنڈا کر رہی تھی مگر ماریہ کو جیسے کچھ ہوش ہی نہ تھا۔ اپنی کیفیت کا تجزیہ کرتے کرتے صبح کا وقت آ گیا اور پھر اسے احساس ہوا کہ زندگی میں پہلی مرتبہ ہوش میں اس طرح پوری رات جاگی ہے...... اور اسی جاگنے نے اسے وہ بات سمجھا دی جو وہ ساری رات کڑھ کڑھ کر سوچتی رہی تھی۔ اس پر یہ انکشاف حیرت انگیز تھا کہ وہ داؤد عالم سے خار کھاتے کھاتے سنجیدہ ہو گئی ہے۔ زویا اور نازیہ کو اگر علم ہو گیا تو میری جان کو آ جائیں گی۔ نیچے چہل پہل ہونے لگی تھی۔ وہ بھی ایک گہری سانس لیتی واپس کمرے میں آ گئی۔ وہ دونوں اب بھی سو رہی تھیں۔ اسے رشک آیا ان کی نیند پر پھر آگے بڑھ کر اس نے زویا کو جھنجوڑ دیا۔

"کیا ہے بھئی...... سونے دو......" وہ جھنجلائی۔

"اٹھو زوئی! مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے...... پلیز اٹھو۔" اس نے چادر کھینچ لی تھی۔ وہ آنکھیں ملتے اٹھ بیٹھی تھی۔

"کیا ہے۔ اب تمہیں کیا تکلیف ہو گئی؟" ہاتھ منہ پر رکھ کر اس نے جمائی روکی۔

"صبح کا وقت ہے نیچے شاید کچھ لوگ اٹھ گئے ہیں۔ سنو میں بہت پریشان ہوں۔ ساری رات نیند نہیں آئی۔" زویا نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کے انداز میں کوئی بات تھی۔

"کیوں...... تم تو پریشان کرنے والی ہو تمہیں کیا پریشانی آ پڑی؟"

"پلیز طنز نہیں کرو۔ میں سنجیدہ ہوں یہ سارا اس داؤد عالم کا قصور ہے۔ بڑے دعوے سے کہہ رہا تھا کہ وہ مجھے خوار کرے گا...... بلکہ وہ تجمل آنٹی کو بھیجنے کا کہہ رہا تھا۔ تم ہی بتاؤ میں کیا کروں؟ میرے دل کی حالت بھی عجیب ہو رہی ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ بس رونا آ رہا ہے۔" وہ واقعی رو دینے کو تھی۔ زویا نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔ وہ جو سن رہی تھی واقعی سچ تھا۔

"کیا......؟ مجھے لگتا ہے تمہیں داؤد عالم سے محبت ہو گئی ہے۔" وہ ایک دم اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔

"مجھے بھی یہی لگتا ہے۔" جواباً وہ بغیر چونکے آرام سے بولی تو حیرت سے برا حال ہو گیا۔

"تم ہوش میں تو ہو نا......؟" زویا کو تو یہی لگا وہ نیند میں ہے۔ اکثر نیند میں وہ ایسی ہی حرکتیں کرتی تھی۔ جواباً اس نے شاکی نظروں سے دیکھا۔

"میں ساری رات سوئی نہیں۔" اس کا چہرہ ستا ہوا تھا۔ وہ ہنس دی۔

"مجھے سب بتاؤ وہاں کیا ہوا؟" زویا نے سنجیدہ ہو کر پوچھا تو اس نے سب بتایا۔ اپنی حرکت سمیت۔

"ارے داؤد بھائی تو بڑے چھپے رستم نکلے۔ میں تو سمجھی تھی انہیں صرف اشارے ہی آتے ہیں مگر وہ تو......" وہ رک گئی پھر شرارت سے اسے دیکھنے لگی۔ ماریہ نے کھینچ کر ہاتھ اس کی کمر پر دے مارا۔

"دفع ہو۔ میں بہت پریشان ہوں...... اور تم میری جان جلا رہی ہو۔"

"اس کا صرف ایک ہی حل ہے۔ تم آرام سے شادی کر کے داؤد بھائی کو پیاری ہو جاؤ۔ اس طرح تمہاری پڑھائی سے بھی جان چھوٹ جائے گی اور اس گھر سے بھی...... کتنے آرام سے اس نے کہہ دیا تھا۔ ماریہ نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ تو وہی بات ہوئی نا۔ اپنے ہی دام میں صیاد آ گیا۔ میں تم سے حل پوچھ رہی ہوں۔"

"لو...... اس میں کون سی عجیب بات ہے۔ شادی تو چچی جان کو تمہاری کرنی ہی ہے۔ آج نہیں تو کل اور کیا ہی بہتر ہو کہ وہ بندہ صرف داؤد بھائی ہی ہو۔ تجمل آنٹی کی طبیعت نہایت ہی مخلص اور ملنسار ہے۔ تم جیسی لڑکی صرف ان ہی کے ساتھ گزارہ کر سکتی ہے اور تمہیں سیدھا کرنے کے لیے داؤد بھائی جیسے لڑکے کو ہی ہونا چاہیے۔" وہ باقاعدہ خامیوں سمیت ذکر کر رہی تھی۔

"اور مجھے تو کچھ آتا ہی نہیں...... گھر داری میں تو بالکل کوری ہوں۔ ٹھیک سے چائے بنا نہیں سکتی...... مزید کیا خاک کروں گی......" اس نے ایک نیا مسئلہ اٹھایا۔ "اور تم مجھے شادی کا مشورہ دے رہی ہو۔"

"یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں۔ تم کم عقل یا پھر سرے سے نااہل تو نہیں ہو۔ اب بھی سنجیدگی سے توجہ دو تو سب کچھ سیکھ سکتی ہو...... بلکہ ہم سے کئی گنا بہتر کارکردگی دکھا سکتی ہو۔ بس دھیان دو۔"

"اور وہ پڑھائی...... شادی کرنے سے کتابوں سے تو جان چھوٹ جائے گی ناں...... مجھے پڑھنا تو نہیں پڑے گا ناں؟" وہ بے چارگی سے پوچھ رہی تھی۔ زویا کا جی چاہا قہقہے لگائے۔ اسے محبت بھی ہوئی تھی تو اپنے مطلب کی۔ وہ شادی کا سوچنے پر آمادہ بھی ہوئی تھی تو صرف پڑھائی سے جان چھڑانے کے لیے۔

"نسرین چچی کی تو میں تمہیں گارنٹی دیتی ہوں لیکن داؤد بھائی کے بارے میں مجھے کچھ پتا نہیں۔ چچی تو پہلے ہی تیار بیٹھی ہیں۔ کوئی ایسا رشتہ ملے جو تمہیں سب خامیوں سمیت قبول کر لیں تو وہ جھٹ منگنی پٹ بیاہ کی کریں۔ ایک دن کی دیر نہ لگائیں۔ اب انہیں موقع مل رہا ہے تو وہ کیوں دیر لگائیں گی...... بلکہ خوش ہوں گی ان کا دردِ سر ختم ہوا۔" وہ اس کے منہ پر اس کی خامیوں کا ذکر کر رہی تھی۔ ماریہ نے گھورنا چاہا مگر گھور نہ پائی۔

"اگر پڑھائی سے جان چھوٹتی ہے تو مجھے یہ سودا برا نہیں۔ میں گھر داری سیکھ لوں گی...... بلکہ سب کچھ کر لوں گی...... بس داؤد عالم کو پتہ نہ چلے۔ میں اس کے لیے یہ سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔" ماریہ کہہ رہی تھی اور زویا اندر ہی اندر ہنس رہی تھی بلکہ جی تو چاہ رہا تھا کہ اس کا باقاعدہ مذاق اڑائے۔ کل تک یہ لڑکی داؤد عالم سے خار کھاتی تھی۔ اس کا نام سننے کی روادار نہیں تھی اور اب اس سے محبت کر رہی تھی۔ وہ بھی اس انداز میں...... وہ خوب محظوظ ہوئی۔

اگلے دن تک وہ اسی کیفیت میں گھری رہی۔ زویا نے نازیہ کو بھی بتا دیا تھا۔ دونوں ہر وقت اس کا سر کھاتی رہتیں اور وہ اس کے الٹے سیدھے مشوروں پر عمل کرتی۔ اگلے

تین چار دن تک ایسی حماقتیں کرتی رہی کہ سارے گھر والے اس کی اس کایا پلٹ پر حیران ہوتے رہے۔ کہاں وہ کسی کے ہزار بار ٹوکنے کے باوجود کسی کام کو ہاتھ نہ لگاتی تھی۔ ان تین دنوں میں وہ بغیر کسی کے کہے ہی ہر کام کرنے کو تیار تھی۔

روز نت نئے تجربے کرتے کرتے کبھی ہاتھ جلاتے اور کبھی پیر پر گھی کے چھینٹے گراتے وہ کچھ نہ کچھ کرنے ہی لگی تھی۔ کالج سے آنے کے بعد وہ کچن میں زویا اور نازیہ کے ساتھ کھڑی ہو جاتی تھی۔ کبھی سبزی کاٹ دیتی' کبھی سلاد بنا دیتی' چاول چن دیتی یا پھر برتن دھونے کے ساتھ ساتھ چھوٹے موٹے کام کر دیتی۔

اس دن وہ کچن میں کھڑی کباب تل رہی تھی۔ زویا سموسے بنا رہی تھی۔ کبابوں کے بعد سموسے تلنے تھے جب فرائی پین میں کباب رکھتے چھینٹے اڑ کر اس کے ہاتھوں پر بیل بوٹے بنا گئے تھے۔ وہ کفگیر وہیں پھینک کر پورے کچن میں بریک ڈانس کرنے لگی تھی۔

''ہائے امی جی...... ہائے میرا ہاتھ...... ہائے اللہ۔'' وہ مسلسل دہائی دے رہی تھی۔

''توبہ ہے تم تو حد کر دیتی ہو۔ دکھاؤ مجھے اپنا ہاتھ۔'' زویا جو سموسے بنا رہی تھی ایک دم سب چھوڑ کر اس کی طرف بڑھی۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر دیکھا تو بائیں ہاتھ کی پشت اچھی خاصی جل گئی تھی۔ اس نے ماریہ کا چہرہ دیکھا۔ آنسوؤں سے تر تھا۔ اسے ماریہ پر ترس آیا۔

''تم رہنے دو۔ میں کرلوں گی۔ نازیہ تو یوں بھی ساتھ کام کروائے گی تم جاؤ۔'' کیبن سے ٹیوب نکال کر اس کے ہاتھ پر لگاتے ہوئے اس نے کہا تو وہ دوسرے ہاتھ سے چہرہ صاف کر کے نفی میں سر ہلانے لگی جب کہ لبوں سے سسکیاں نکل رہی تھیں۔

''یہ تو اب روز جلیں گے۔ میں کب تک یوں ہی بچتی رہوں گی۔ میں کر لیتی ہوں۔'' زویا نے اب کے ایک بار پھر بے پناہ حیران ہو کر دیکھا۔ اس قدر بڑی تبدیلی۔

''سنو تم کوئی ڈرامہ تو نہیں کر رہی ناں...... تمہیں واقعی سچ مچ داؤد عالم سے محبت ہوئی ہے ناں؟'' اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔ ماریہ شا کی نظروں سے دیکھ کر اپنا ہاتھ چھڑا کر دوبارہ اوون کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

''تمہیں کیا لگتا ہے؟'' اس نے دوبارہ چمچ ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

''مجھے تو بہت سیریس حالت لگ رہی ہے۔ رہنے دو۔ اب اتنی بھی سعادت مندی تم پر اچھی نہیں لگتی...... میں کرلوں گی...... داؤد عالم اب اتنے بھی اچھے نہیں کہ تم ان کے لیے اپنے پھول جیسے ہاتھ ہی برباد کر لو۔'' اس نے اس کے ہاتھ سے چمچ لینا چاہا مگر وہ ہاتھ پرے کر گئی۔

''ان چند دنوں میں مجھ پر اپنی ذلت کے بہت سے انکشافات ہوئے ہیں۔ میں سب کر سکتی ہوں۔ مجھے کبھی احساس ہی نہیں ہوا کہ میں جو یہ اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتی رہتی ہوں۔ وہ کسی کے لیے ناقابلِ برداشت بھی ہو سکتی ہیں۔ تم لوگ بھی تو یہی کام کرتے ہو...... مگر اب جب خود یہ سب جھیل رہی ہوں تو لگ رہا ہے میں ہمیشہ سے غلط تھی۔ مجھے یہ سب بہت پہلے سے کرنا شروع کر دینا چاہیے تھا۔ داؤد عالم تو خوامخواہ ایک بہانہ بنا ہے۔''

''ارے...... بس...... بس...... اتنے جھٹکے ہی کافی ہیں کہیں میں بے ہوش ہی نہ ہو جاؤں...... اف اللہ یقین نہیں آ رہا۔ اتنی واضح تبدیلی اور وہ بھی تم میں...... مل جائیں داؤد بھائی تو شکریہ ادا کروں گی کہ ہماری اس قدر سر پھری لڑکی کو سیدھا کر دیا۔'' زویا واقعی حیرت زدہ تھی۔

''نہیں۔ تم اسے کچھ نہیں بتاؤ گی۔ وہ پہلے ہی خوش فہمیوں میں مبتلا ہے۔ مزید پھیل جائے گا کہ میں اس کے پیچھے خوار ہو رہی ہوں۔'' اس نے فوراً اسے ٹوک دیا تو زویا نے ہنس کر اثبات میں سر ہلایا۔

ہر کوئی ماریہ کی ہمت افزائی کر رہا تھا۔ وہ سب کو خوش دیکھ کر بہت خوش ہو گئی اور پہلی دفعہ اسے محسوس ہوا کہ بعض اوقات دوسروں کو خوش کرنا بھی کس طرح روح کی طمانیت کا سبب بنتا ہے۔''

اگلی شام اس نے فیرنی بنائی تھی جسے دیکھ کر زویا اور نازیہ نے خوب مذاق اڑایا تھا۔

''بھئی یہ ہے کیا چیز؟ اسے کم از کم فیرنی نہیں کہہ سکتی میں...... ہاں فیرنی کے علاوہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔'' نازیہ باؤل میں ادھر سے ادھر پانی کی طرح ہلتے آمیزے کو دیکھ کر ہنسی تھی۔

''دفع ہو جاؤ۔ تم جیسے بدذوق لوگ کیا جانیں کہ اصل میں فیرنی ہوتی کیا ہے؟'' اس نے باؤل اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور پلٹ کر فریزر میں رکھا۔

''سن رہی ہو زویا! میں جو گزشتہ آٹھ سالوں سے کچن میں کام کر رہی ہوں بدذوق ہوں...... اور مجھے فیرنی کا کچھ پتہ ہی نہیں۔'' اس نے روٹیاں بناتی زویا کو بھی گھسیٹا تو وہ بھنا کر پاؤں پٹختی وہاں سے باہر نکل آئی اور رات کو جب سب چائے نوش فرما رہے تھے تو میٹھے کی طلب ہوئی بلکہ فرمائش ہوئی تھی۔ وہ جو نازیہ کی باتوں پر پہلے ہی بوکھلائی ہوئی تھی' سٹپٹا گئی۔ نازیہ تو موقع کی تلاش میں تھی۔ فوراً فریج سے باؤل نکال لائی۔

''یہ کیا چیز ہے بھئی؟'' زوہیب بھائی نے باؤل میں جھانکتے ہوئے پوچھا تو وہ خفیف ہو گئی۔

''فیرنی ہے...... وہ بھی ہماری ماریہ نے بنائی ہے۔ ٹیسٹ کریں اور داد دیں بنانے والی کو۔'' نازیہ تو پورا 'بی جمالو' کا کردار ادا کر رہی تھی۔ وہ دانت کچکچا کر رہ گئی جب کہ زوہیب بھائی ہنس دیے۔

''نہ بھئی نہ...... میں تو یہ تجربہ افورڈ نہیں کر سکتا۔'' انہوں نے ہنس کر کانوں کو ہاتھ لگائے۔

''دو ادھر' میں خود کھا لوں گی۔ خوامخواہ ہی فریزر سے نکال لائی ہے۔'' ماریہ کا غصے سے برا حال تھا۔

''نہیں بھئی۔ ہماری بیٹی نے اتنی محنت کی ہے۔ لاؤ نازیہ یہ مجھے پیالی میں ڈال دو۔ میں کھاؤں گا۔'' اسے یوں سب کے مذاق کا نشانہ بنتے دیکھ کر تایا ابو کو فوراً اس پر ترس آیا۔ نازیہ نے پیالی میں فیرنی نما آمیزہ نکال کر انہیں دیا۔ انہوں نے چمچ بھر کر منہ میں ڈالا تو ماریہ کی سانس اٹکنے لگی۔

''واہ بھئی۔ ذائقہ تو اچھا ہے۔'' ایک دو منٹ ذائقہ محسوس کر کے انہوں نے سر ہلایا اور پھر کھانے لگے۔ انہیں اس قدر رغبت سے کھاتا دیکھ کر دوسرے لوگ بھی کھانے لگے۔

''واقعی یہ ماننا پڑے گا...... کہ ذائقہ لاجواب ہے۔ شکل کیا ہے...... شکل تو انسان کی بھی بری ہو سکتی ہے۔ اصل چیز تو باطن کی ہوتی ہے ناں۔'' حمزہ بھی اسے چڑا رہا تھا۔

''ویسے اگر ماریہ کی شکل اچھی ہے تو اندر بھی اچھا ہونا چاہیے۔ کیوں تایا ابو......'' وہ اب باقاعدہ اس کا مذاق اڑانے لگا تو ماریہ بھنا اٹھی۔

''تم تو رہنے ہی دو۔ ایک تو پیالی بھر کر کھا بھی لی ہے اور پھر باتیں کر رہے ہو۔ خود بناؤ تو پتا چلے۔'' اس کا غصہ دیکھنے کے قابل تھا۔ سب ہی ہنس دیے۔

''بری بات ہے حمزہ! بہن کا مذاق نہیں اڑاتے۔ ہماری بیٹی نے اتنی اچھی کوشش کی ہے۔ اسے تو انعام ملنا چاہیے۔ بولو ماریہ کیا لو گی؟'' حمزہ کے والد چھوٹے چچا نے حمزہ کو ٹوک کر اسے پیار سے پوچھا تو وہ ایک دم چہکی۔

''میں جو مانگوں گی دیں گے ناں۔'' اس کی آنکھوں میں ایک چمک تھی۔ انہوں نے سر ہلایا۔

''تو امی سے اجازت دلا دیں۔ میں مزید پڑھنا نہیں چاہتی۔ قسم سے کالج جاتے ہوئے میری جان جاتی ہے۔ کتابوں کو ہاتھ لگاؤں تو نیند آنے لگتی ہے جو کہیں گے کروں گی مگر بی۔ اے نہیں کروں گی۔'' سب نے اسے آنکھیں دکھائیں۔ خاص طور پر امی نے جو بیٹی کی پہلی کاوش پر مسکرا رہی تھیں مگر وہ اب گھورنے کا کام سرانجام دے رہی تھیں۔

''تم اگر اس مقصد کے لیے یہ سب کر رہی ہو ناں تو مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر تم یہ سیکھ ہی لو گی۔ چاہے رو کر یا ہنس کر۔ اس وقت کی اہم ضرورت تعلیم ہے۔ بی۔ اے سے پہلے تو میں تمہاری شادی کا بھی نہیں سوچوں گی۔ کالج چھوڑنے کا خیال ذہن سے نکال دو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔'' امی نے فوراً ڈانٹ دیا تھا۔ اس نے منہ بسور کر سب کو دیکھا۔ سب ہی گویا متفق نظر آئے۔ وہ پاؤں پٹختی ہال کمرے سے نکل آئی...... اور نسرین بیگم نے اسے وہاں سے نکلتے ہوئے تاسف بھری نظروں سے دیکھا تھا۔

اگلے دن کالج سے واپسی پر وہ تینوں سواری کی تلاش میں کھڑی تھیں۔ ان کے لیے رکشہ لگوایا ہوا تھا جو انہیں چھوڑنے بھی آتا تھا اور لینے بھی۔ آج اس نے چھٹی کر لی تھی۔ صبح جیسے تیسے کر کے وہ آ گئی تھیں مگر اب واپسی کا مسئلہ بنا ہوا تھا۔

''یہ بھی کیا مصیبت ہے۔ امی کا بس چلے تو وہ رات کو بھی کالج بھیجیں۔''

انتظار سے اکتا کر وہ کتابیں زویا کو پکڑا کر کالج کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔

''سواری مل جائے گی۔ تم تو یوں ہی اکتا جاتی ہو۔'' نازیہ نے اس کی مرجھائی صورت دیکھ کر قدرے سکون سے کہا۔ وہ سر جھٹک آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھنے لگی۔ وہ یوں ہی دیکھ رہی تھی جب کوئی بائیک زن سے آگے بڑھی تھی مگر پھر پلٹ کر ان کے قریب آ کر رکی تھی۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ داؤد عالم کو دیکھ کر اس کا دل ایک دم دھڑکنے لگا۔

''یہ یہاں کیسے؟'' وہ حیران ہوئی۔

''السلام علیکم! آپ لوگ یہاں کیوں کھڑی ہیں؟ کوئی کنوینس کا مسئلہ ہے؟'' اس نے بائیک روک کر دونوں سے پوچھا تھا جب کہ ان دونوں سے قدرے فاصلے پر دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ماریہ کو دیکھا۔

''وعلیکم السلام! جی آج ہمارا رکشے والا نہیں آیا مگر اب کوئی سواری نہیں مل رہی۔'' نازیہ نے رسان سے جواب دیا۔

''اوہ آئی سی۔ میں تو ادھر سے گزر رہا تھا۔ آپ لوگوں کو دیکھ کر رک گیا۔ بتائیں اس سلسلے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔'' کافی مہذبانہ انداز میں وہ پوچھ رہا تھا۔ گزشتہ ملاقات کا شائبہ تک نہ تھا۔ وہ بغور دیکھے گئی۔

''خدمت تو یہی کر سکتے ہیں کہ ہمیں گھر چھوڑ آئیں مگر آپ تو بائیک پر سوار ہیں بھلا یہ خدمت کیسے سرانجام دے سکیں گے۔'' زویا نے ہنس کر کہا تو وہ بھی ہنس دیا۔

''میرا خیال ہے ایک فرد تو بائیک پر بیٹھ ہی سکتا ہے کیوں؟'' وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا۔ مسکرا کر ماریہ کو دیکھا وہ فوراً سٹپٹا گئی جب کہ نازیہ اور زویا ہنس دیں۔

''وہ ایک فرد ماریہ کبھی نہیں ہو سکتی۔ انگور کھٹے ہیں۔ اس لیے ہم میں سے کسی ایک کو منتخب کر لیں۔'' زویا نے بھی برملا کہا تو نازیہ اور داؤد کے ہنسنے کے ساتھ وہ بھی جھینپ گئی۔

''میرا خیال ہے۔ دو خواتین تو بیٹھ ہی سکتی ہیں...... اگر اعتراض نہ ہو تو۔''

تین چار دن تک ایسی حماقتیں کرتی رہی کہ سارے گھر والے اس کی اس کایا پلٹ پر حیران ہوتے رہے۔ کہاں وہ کسی کے ہزار بار ٹوکنے کے باوجود کسی کام کو ہاتھ نہ لگاتی تھی۔ ان تین دنوں میں وہ بغیر کسی کے کہے ہی ہر کام کرنے کو تیار تھی۔

روز نت نئے تجربے کرتے کرتے کبھی ہاتھ جلاتے اور کبھی پیر پر گھی کے چھینٹے گراتے وہ کچھ نہ کچھ کرنے ہی لگی تھی۔ کالج سے آنے کے بعد وہ کچن میں زویا اور نازیہ کے ساتھ کھڑی ہو جاتی تھی۔ کبھی سبزی کاٹ دیتی، کبھی سلاد بنا دیتی، چاول چن دیتی یا پھر برتن دھونے کے ساتھ ساتھ چھوٹے موٹے کام کر دیتی۔

اس دن وہ کچن میں کھڑی کباب تل رہی تھی۔ زویا سموسے بنا رہی تھی۔ کبابوں کے بعد سموسے تلنے تھے جب فرائی پین میں کباب رکھتے چھینٹے اڑ کر اس کے ہاتھوں پر بیل بوٹے بنا گئے تھے۔ وہ کفگیر وہیں پھینک کر پورے کچن میں بریک ڈانس کرنے لگی تھی۔

”ہائے امی جی...... ہائے میرا ہاتھ...... ہائے اللہ۔“ وہ مسلسل دہائی دے رہی تھی۔

”توبہ ہے تم تو حد کر دیتی ہو۔ دکھاؤ مجھے اپنا ہاتھ۔“ زویا جو سموسے بنا رہی تھی ایک دم سب چھوڑ کر اس کی طرف بڑھی۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر دیکھا تو بائیں ہاتھ کی پشت اچھی خاصی جل گئی تھی۔ اس نے ماریہ کا چہرہ دیکھا۔ آنسوؤں سے تر تھا۔ اسے ماریہ پر ترس آیا۔

”تم رہنے دو۔ میں کرلوں گی۔ نازیہ تو یوں بھی ساتھ کام کروائے گی تم جاؤ۔“ کیبن سے ٹیوب نکال کر اس کے ہاتھ پر لگاتے ہوئے اس نے کہا تو وہ دوسرے ہاتھ سے چہرہ صاف کر کے نفی میں سر ہلانے لگی جب کہ لبوں سے سسکیاں نکل رہی تھیں۔

”یہ تو اب روز جلیں گے۔ میں کب تک یوں ہی بچتی رہوں گی۔ میں کر لیتی ہوں۔“ زویا نے اب کے ایک بار پھر بے پناہ حیران ہو کر دیکھا۔ اس قدر بڑی تبدیلی۔

”سنو۔ تم کوئی ڈرامہ تو نہیں کر رہی ناں...... تمہیں واقعی سچ مچ داؤد عالم سے محبت ہوئی ہے ناں؟“ اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔ ماریہ شا کی نظروں سے دیکھ کر اپنا ہاتھ چھڑا کر دوبارہ اوون کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

”تمہیں کیا لگتا ہے؟“ اس نے دوبارہ چمچ ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

”مجھے تو بہت سیریس حالت لگ رہی ہے۔ رہنے دو۔ اب اتنی بھی سعادت مندی تم پر اچھی نہیں لگتی...... میں کرلوں گی...... داؤد عالم اب اتنے بھی اچھے نہیں کہ تم ان کے لیے اپنے پھول جیسے ہاتھ ہی برباد کرلو۔“ اس نے اس کے ہاتھ سے چمچ لینا چاہا مگر وہ ہاتھ پرے کر گئی۔

”ان چند دنوں میں مجھ پر اپنی ذلت کے بہت سے انکشافات ہوئے ہیں۔ میں سب کر سکتی ہوں۔ مجھے کبھی احساس ہی نہیں ہوا کہ میں جو یہ اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتی رہتی ہوں۔ وہ کسی کے لیے ناقابلِ برداشت بھی ہو سکتی ہیں۔ تم لوگ بھی تو یہی کام کرتے ہو...... مگر اب جب خود یہ سب جھیل رہی ہوں تو لگ رہا ہے میں ہمیشہ سے غلط تھی۔ مجھے یہ سب بہت پہلے سے کرنا شروع کر دینا چاہیے تھا۔ داؤد عالم تو خوامخواہ ایک بہانہ بنا ہے۔“

”ارے...... بس...... بس...... اتنے جہ کے ہی کافی ہیں کہیں میں بے ہوش ہی نہ ہو جاؤں...... اف اللہ یقین نہیں آ رہا۔ اتنی واضح تبدیلی اور وہ بھی تم میں...... مل جائیں داؤد بھائی تو شکریہ ادا کروں گی کہ ہماری اس قدر سر پھری لڑکی کو سیدھا کر دیا۔“ زویا واقعی حیرت زدہ تھی۔

”نہیں۔ تم اسے کچھ نہیں بتاؤ گی۔ وہ پہلے ہی خوش فہمیوں میں مبتلا ہے۔ مزید پھیل جائے گا کہ میں اس کے پیچھے خوار ہو رہی ہوں۔“ اس نے فوراً اسے ٹوک دیا تو زویا نے ہنس کر اثبات میں سر ہلایا۔

ہر کوئی ماریہ کی ہمت افزائی کر رہا تھا۔ وہ سب کو خوش دیکھ کر بہت خوش ہو گئی اور پہلی دفعہ اسے محسوس ہوا کہ بعض اوقات دوسروں کو خوش کرنا بھی کس طرح روح کی طمانیت کا سبب بنتا ہے۔“

اگلی شام اس نے فیرنی بنائی تھی جسے دیکھ کر زویا اور نازیہ نے خوب مذاق اڑایا تھا۔

”بھئی یہ ہے کیا چیز؟ اسے کم از کم فیرنی نہیں کہہ سکتی میں...... ہاں فیرنی کے علاوہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔“ نازیہ باؤل میں ادھر سے ادھر پانی کی طرح ہلتے آمیزے کو دیکھ کر ہنسی تھی۔

”دفع ہو جاؤ۔ تم جیسے بدذوق لوگ کیا جانیں کہ اصل میں فیرنی ہوتی کیا ہے؟“ اس نے باؤل اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور پلٹ کر فریزر میں رکھا۔

”سن رہی ہو زویا! میں جو گزشتہ آٹھ سالوں سے کچن میں کام کر رہی ہوں بدذوق ہوں...... اور مجھے فیرنی کا کچھ پتہ ہی نہیں۔“ اس نے روٹیاں بناتی زویا کو بھی گھسیٹا تو وہ بھنا کر پاؤں پٹختی وہاں سے باہر نکل آئی اور رات کو جب سب چائے نوش فرما رہے تھے تو میٹھے کی طلب ہوئی بلکہ فرمائش ہوئی تھی۔ وہ جو نازیہ کی باتوں پر پہلے ہی بوکھلائی ہوئی تھی، سٹپٹا گئی۔ نازیہ تو موقع کی تلاش میں تھی۔ فوراً فریج سے باؤل نکال لائی۔

”یہ کیا چیز ہے بھئی؟“ زوہیب بھائی نے باؤل میں جھانکتے ہوئے پوچھا تو وہ خفیف ہو گئی۔

”فیرنی ہے...... وہ بھی ہماری ماریہ نے بنائی ہے۔ ٹیسٹ کریں اور داد دیں بنانے والی کو۔“ نازیہ تو پورا ’بی جمالو‘ کا کردار ادا کر رہی تھی۔ وہ دانت کچکچا کر رہ گئی جب کہ زوہیب بھائی ہنس دیے۔

”نہ بھئی نہ...... میں تو یہ تجربے افورڈ نہیں کر سکتا۔“ انہوں نے ہنس کر کانوں کو ہاتھ لگائے۔

”دو ادھر، میں خود کھا لوں گی۔ خوامخواہ ہی فریزر سے نکال لائی ہے۔“ ماریہ کا غصے سے برا حال تھا۔

”نہیں بھئی۔ ہماری بیٹی نے اتنی محنت کی ہے۔ لاؤ نازیہ یہ مجھے پیالی میں ڈال دو۔ میں کھاؤں گا۔“ اسے یوں سب کے مذاق کا نشانہ بنتے دیکھ کر تایا ابو کو فوراً اس پر ترس آیا۔ نازیہ نے پیالی میں فیرنی نما آمیزہ نکال کر انہیں دیا۔ انہوں نے چمچ بھر کر منہ میں ڈالا تو ماریہ کی سانس اٹکنے لگی۔

”واہ بھئی۔ ذائقہ تو اچھا ہے۔“ ایک دو منٹ ذائقہ محسوس کر کے انہوں نے سر ہلایا اور پھر کھانے لگے۔ انہیں اس قدر رغبت سے کھاتا دیکھ کر دوسرے لوگ بھی کھانے لگے۔

”واقعی یہ ماننا پڑے گا...... کہ ذائقہ لاجواب ہے۔ شکل کیا ہے...... شکل تو انسان کی بھی بری ہو سکتی ہے۔ اصل چیز تو باطن کی ہوتی ہے ناں۔“ حمزہ بھی اسے چڑا رہا تھا۔

”ویسے اگر ماریہ کی شکل اچھی ہے تو اندر بھی اچھا ہونا چاہیے۔ کیوں تایا ابو......“ وہ اب باقاعدہ اس کا مذاق اڑانے لگا تو ماریہ بھنا اٹھی۔

”تم تو رہنے ہی دو۔ ایک تو پیالی بھر کر کھا بھی لی ہے اور پھر باتیں کر رہے ہو۔ خود بناؤ تو پتا چلے۔“ اس کا غصہ دیکھنے کے قابل تھا۔ سب ہی ہنس دیے۔

”بری بات ہے حمزہ! بہن کا مذاق نہیں اڑاتے۔ ہماری بیٹی نے اتنی اچھی کوشش کی ہے۔ اسے تو انعام ملنا چاہیے۔ بولو ماریہ کیا لوگی؟“ حمزہ کے والد چھوٹے چچا نے حمزہ کو ٹوک کر اسے پیار سے پوچھا تو وہ ایک دم پھیلی۔

”میں جو مانگوں گی دیں گے ناں۔“ اس کی آنکھوں میں ایک چمک تھی۔ انہوں نے سر ہلایا۔

”تو امی سے اجازت دلا دیں۔ میں مزید پڑھنا نہیں چاہتی۔ قسم سے کالج جاتے ہوئے میری جان جاتی ہے۔ کتابوں کو ہاتھ لگاؤں تو نیند آنے لگتی ہے جو کہیں گے کروں گی مگر بی۔ اے نہیں کروں گی۔“ سب نے اسے آنکھیں دکھائیں۔ خاص طور پر امی نے جو بیٹی کی پہلی کاوش پر مسکرا رہی تھیں مگر وہ اب گھورنے کا کام سر انجام دے رہی تھیں۔

”تم اگر اس مقصد کے لیے یہ سب کر رہی ہو ناں تو مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر تم یہ سیکھ ہی لو گی۔ چاہے رو کر یا ہنس کر۔ اس وقت کی اہم ضرورت تعلیم ہے۔ بی۔ اے سے پہلے تو میں تمہاری شادی کا بھی نہیں سوچوں گی۔ کالج چھوڑنے کا خیال ذہن سے نکال دو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔“ امی نے فوراً ڈانٹ دیا تھا۔ اس نے منہ بسور کر سب کو دیکھا۔ سب ہی گویا متفق نظر آئے۔ وہ پاؤں پٹختی ہال کمرے سے نکل آئی...... اور نسرین بیگم نے اسے وہاں سے نکلتے ہوئے تاسف بھری نظروں سے دیکھا تھا۔

اگلے دن کالج سے واپسی پر وہ تینوں سواری کی تلاش میں کھڑی تھیں۔ ان کے لیے رکشہ لگوایا ہوا تھا جو انہیں چھوڑنے بھی آتا تھا اور لینے بھی۔ آج اس نے چھٹی کر لی تھی۔ صبح جیسے تیسے کر کے وہ آ گئی تھیں مگر اب واپسی کا مسئلہ بنا ہوا تھا۔

”یہ بھی کیا مصیبت ہے۔ امی کا بس چلے تو وہ رات کو بھی کالج بھیجیں۔“

انتظار سے اکتا کر وہ کتابیں زویا کو پکڑا کر کالج کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔

”سواری مل جائے گی۔ تم تو یوں ہی اکتا جاتی ہو۔“ نازیہ نے اس کی مرجھائی صورت دیکھ کر قدرے سکون سے کہا۔ وہ سر جھٹک آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھنے لگی۔ وہ یوں ہی دیکھ رہی تھی جب کوئی بائیک زن سے آگے بڑھی تھی مگر پھر پلٹ کر ان کے قریب آ کر رکی تھی۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ داؤد عالم کو دیکھ کر اس کا دل ایک دم دھڑکنے لگا۔

”یہ یہاں کیسے؟“ وہ حیران ہوئی۔

”السلام علیکم! آپ لوگ یہاں کیوں کھڑی ہیں؟ کوئی کنوینس کا مسئلہ ہے؟“ اس نے بائیک روک کر دونوں سے پوچھا تھا جب کہ ان دونوں سے قدرے فاصلے پر دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ماریہ کو دیکھا۔

”وعلیکم السلام! جی آج ہمارا رکشے والا نہیں آیا مگر اب کوئی سواری نہیں مل رہی۔“ نازیہ نے رسان سے جواب دیا۔

”وہ آئی سی۔ میں تو ادھر سے گزر رہا تھا۔ آپ لوگوں کو دیکھ کر رک گیا۔ بتائیں اس سلسلے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“ کافی مہذبانہ انداز میں وہ پوچھ رہا تھا۔ گزشتہ ملاقات کا شائبہ تک نہ تھا۔ وہ بغور دیکھے گئی۔

”خدمت تو یہی کر سکتے ہیں کہ ہمیں گھر چھوڑ آئیں مگر آپ تو بائیک پر سوار ہیں بھلا یہ خدمت کیسے سر انجام دے سکیں گے۔“ زویا نے ہنس کر کہا تو وہ بھی ہنس دیا۔

”میرا خیال ہے ایک فرد تو بائیک پر بیٹھ ہی سکتا ہے کیوں؟“ وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا۔ مسکرا کر ماریہ کو دیکھا وہ فوراً سٹپٹا گئی جب کہ نازیہ اور زویا ہنس دیں۔

”وہ ایک فرد ماریہ کبھی نہیں ہو سکتی۔ انگور کھٹے ہیں۔ اس لیے ہم میں سے کسی ایک کو منتخب کر لیں۔“ زویا نے بھی برملا کہا تو نازیہ اور داؤد کے ہنسنے کے ساتھ وہ بھی جھینپ گئی۔

”میرا خیال ہے۔ دو خواتین تو بیٹھ ہی سکتی ہیں...... اگر اعتراض نہ ہو تو۔“

”ماریہ میں.....وہ داؤد بھائی.....“ اس نے اس سے کچھ کہنا چاہا تھا مگر وہ اسے کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر وہاں سے بھاگ گئی۔

”ماریہ! بات سنو میری۔ پلیز ماریہ۔“ وہ بھی پیچھے لپکی تھی مگر وہ کمرے میں جا کر دروازہ لاک کر گئی تھی اور وہ بند دروازے کو دیکھتی رہ گئی۔ ماریہ کا ردِعمل انتہائی شدید تھا وہ خوفزدہ ہوئی۔

اس وقت رات کے گیارہ بجے تھے۔ تقریباً سب ہی اپنے کمروں میں سو گئے تھے۔ نازیہ نو بجے ہی سو گئی تھی۔ ماریہ نے جب سے رشتے کا سنا تھا تب سے کمرے میں بند تھی۔ آج تو اس نے کچن میں ان کا ہاتھ بھی بٹایا تھا۔ نسرین بیگم جانتی تھیں کہ وہ رشتے کا سن کر خاموش احتجاج کر رہی ہے تو انہوں نے بھی ذرا توجہ نہ دی۔ اب انہوں نے سوچ لیا کہ پہلے ہی دو رشتے ہاتھ سے گنوا چکی تھیں۔ اب وہ مانے یا نہ مانے وہ ہاں کر دیں گی۔ اسی لیے اس کا رویا رویا چہرہ بھی نظر انداز کر گئیں۔ زویا کافی دیر تک اسے تسلیاں دیتی رہی تھی پھر وہ لیٹ گئی تھی تو وہ نیچے چلی آئی۔ برآمدے میں ہی رکھا فون اسٹینڈ دیکھ کر اس کے دل میں داؤد سے مسئلہ ڈسکس کرنے کا خیال آیا تو نمبر ملا لیے۔ اسے تو اندازہ بھی نہیں تھا کہ ماریہ نیچے بھی آسکتی ہے اور پھر دوسرے فون سے اس کی ساری گفتگو بھی سن لے گی.....اور اب اس کا ردِعمل۔ اس کا دل خوف سے سمٹنے لگا۔ وہ نجانے کیا سمجھے۔ وہ جوں جوں سوچ رہی تھی پریشان ہو رہی تھی۔ وہ کافی دیر تک ادھر ادھر ٹہلتی رہی مگر اسی طرح ساری رات تو نہیں گزر سکتی تھی۔ وہ دوبارہ دروازے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اس نے تین چار دفعہ دروازہ کھٹکھٹایا تھا مگر وہ نہیں کھلا تھا۔

”پلیز ماریہ دروازہ کھولو۔ میں اس طرح ساری رات کمرے سے باہر نہیں گزار سکتی۔ پلیز.....“ وہ روہانسی ہو گئی تھی اور تب ہی دروازہ کھل گیا تھا۔ وہ تیر کی سرعت سے اندر داخل ہوئی۔ ماریہ دروازہ کھول کر بستر پر دراز ہو کر سر تک چادر تان چکی تھی۔ اس نے بے بسی سے دیکھا۔

”ماریہ! اگر تم میری بات سن لو تو شاید تمہیں سوچنے میں آسانی ہو۔ بخدا میرا مقصد تمہیں تکلیف دینا نہیں تھا.....بلکہ میں تو.....“

”تمہارا اور نازیہ کا جو بھی مقصد تھا۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ میں بس اتنا سمجھی ہوں کہ تم دونوں نے میری تذلیل کی ہے اور اس کے لیے میں تم لوگوں کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔“ ایک دم سپاٹ آواز میں سب کہہ گئی تھی۔ زویا دیکھتی رہ گئی۔

”ماریہ!“

”پلیز! مجھے نیند آ رہی ہے.....اور ہاں مجھ سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔“ پھنکارتی آواز تھی۔ زویا تو کئی لمحے سن کھڑی رہی۔ ہاں وہ جانتی تھی کہ ماریہ اس معاملے میں کس قدر شدت پسند ہے۔

❁.....۞.....❁

صبح کے وقت ابو امی اور داؤد عالم تھے۔ داؤد سوچ رہا تھا کہ امی سے کیسے بات کرے.....امی تو اب اس سے ناراض رہنے لگی تھیں جب سے اس نے لائبریری والی لڑکی کے متعلق آگاہ کیا تھا۔ وہ اس لڑکی کے گھر جانا چاہتی تھیں مگر وہ کوئی سرا ہی ہاتھ نہیں پکڑ رہا تھا۔ پہلے اس نے ماریہ کی جانب سے خود انکار کیا تھا اور اب ایک دم اقرار۔

”امی! وہ مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔“ کھانا کھاتے ہوئے اس نے گفتگو کی ابتدا کی۔

”ہاں۔ کہو.....“ انہوں نے سرسری سا کہا۔

”وہ امی! میں چاہتا ہوں کہ آپ نسرین آنٹی کے ہاں آج جائیں۔ ان کی بیٹی ماریہ کے لیے۔“ اٹک اٹک کر اس نے کہہ ہی دیا۔

”کیا.....؟“ امی تو امی عالم صاحب بھی حیران رہ گئے۔

”یہ کیا مذاق ہے؟ تم جانتے ہو داؤد! کہ مجھے ایسا مذاق قطعی پسند نہیں کہ جس میں کسی کی بیٹی وغیرہ پر حرف آئے۔ پہلے انکار اب اقرار.....یہ کیا بات ہوئی بھلا.....“ وہ خفگی سے کہہ رہی تھیں۔

”میں پہلے بھی راضی تھا.....یہ ایک لمبی بات ہے پھر کبھی بتاؤں گا۔ فی الحال تو آپ لوگ آج ان کے ہاں جائیں۔ ماریہ کے لیے اتوار کو ایک رشتہ آ رہا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ ان لوگوں سے پہلے بات کر لیں تو اچھی بات ہے۔“ اس نے آرام سے کہا تھا۔ امی نے ابو کو دیکھا۔

”تم بھول رہے ہو کہ تم اس لڑکی کے لیے پہلے ہی انکار کر چکے ہو۔ اب میں کس منہ سے ان کے ہاں جاؤں.....؟“ امی کو اچانک تاؤ آیا تھا۔ ”اور وہ لڑکی جس کا تم ایک بار ذکر کر رہے تھے۔ اسے کس کھاتے میں ڈالو گے بولو۔“

”امی! وہ لڑکی نسرین آنٹی کی بیٹی ماریہ ہی ہے.....اور پلیز مختصر یہ کہ میں نے جان بوجھ کر انکار کیا تھا اور اب اقرار کر رہا ہوں تو اس کی بھی وجہ ہے کہ میں اس لڑکی کو کھونا نہیں چاہتا۔ آگے آپ سمجھ دار ہیں۔“ وہ کھانا کھا چکا تھا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔ امی ابو بھی چپ چاپ ایک دوسرے کی شکلیں دیکھتے رہ گئے۔

زویا اس سے بار بار بات کرنے کی کوشش کر چکی تھی مگر اس کی چپ نہیں ٹوٹی۔ بہت سنجیدگی کے ساتھ وہ کالج گئی تھی اور حیرت کی بات تھی اس نے پہلی دفعہ سارے پیریڈ اٹینڈ کیے تھے اور تو اور پہلی دفعہ اس نے لیکچر کے دوران ٹیچر سے کوئی سوال بھی کیا تھا۔ واپس آ کر وہ کچن جانے کی بجائے کمرے میں گھس گئی تھی۔ نماز وغیرہ ادا کر کے قرآن مجید پڑھتی رہی۔ قرآن مجید بند کیا تو کتابیں کھول لیں۔ زویا تو سب جانتی تھی مگر نازیہ بھی حیران ہوئی اور پھر جب اسے زویا سے ساری حقیقت کا علم ہوا تو وہ بھی چپ کی چپ رہ گئی۔

شام کی چائے کی ذمہ داری بڑی بھابی نے اس پر عائد کی تھی جسے اس نے نہایت خاموشی سے نبھایا بھی تھا۔ ابھی وہ لوگ چائے پی رہے تھے جب تجمل آنٹی اور عالم انکل چلے آئے۔ ان کے ساتھ ان کا داماد اور جبین بھی تھیں۔ ان کو دیکھتے ہی وہ کمرے میں گھس کر دروازہ لاک کر گئی تھی۔ اسے نہیں پتا وہ لوگ کب گئے اور کیا کیا باتیں ہوئیں؟ بس وہ تو اپنے اندر کی آگ سے نبرد آزما تھی۔ وہ لوگ چلے گئے تو وہ کمرے سے نکلی۔ عشا کی نماز ادا کر چکی۔ وہ امی کے کمرے میں چلی آئی۔ وہ جائے نماز پر کھڑی تھیں۔ ابھی انہوں نے نماز شروع ہی کی تھی۔ وہ ان کے بستر پر لیٹ گئی اور جب تک انہوں نے نماز مکمل کی وہ بس چھت کو گھورتی رہی۔ آدھے گھنٹے بعد انہوں نے جائے نماز لپیٹا تو وہ تب ہی اسی حالت میں تھی۔ وہ جائے نماز ایک طرف ڈال کر اس کے پاس بیٹھ گئیں۔

”ماریہ! کیا بات ہے.....چندا کوئی بات ہوئی ہے؟“ وہ جتنی اس کی حرکتوں پر خائف رہتی تھیں اتنی ہی اس سے محبت بھی کرتی تھیں۔ اس کا سر اپنی گود میں رکھ کر بالوں میں انگلیاں پھیریں۔

”امی! یہ تجمل آنٹی وغیرہ کیوں آئے تھے؟“ ان کے سوال کو نظر انداز کرتے اس نے پوچھا تھا۔ وہ پہلے تو چونکیں پھر سمجھ کر مسکرا دیں۔

”تم جانتی ہو.....بلکہ جو سمجھ رہی ہو وہ سچ ہے۔ وہ ایک دفعہ پھر اپنے بیٹے کے لیے رشتہ لے کر آئی ہیں۔“

”امی جان پلیز! آپ انکار کر دیں۔ مجھے نہیں کرنی اس داؤد عالم سے شادی۔ اس کے علاوہ آپ جہاں کہیں گی میں تیار ہوں مگر ادھر نہیں۔“ وہ ایک دم ٹھہر گئی تاہم خود کو رونے سے باز ہی رکھا۔

”مگر ماریہ.....“ انہوں نے اس قدر دو ٹوک انداز پر کچھ کہنا چاہا تو اس نے روک دیا۔

”امی پلیز! زویا کی ممانی کے بھائی کا جو رشتہ آ رہا ہے وہ مجھے منظور ہے۔ آپ ان لوگوں کو ہاں کہہ دیجیے گا۔“ وہ انتہائی سنجیدہ تھی بلکہ خطرناک حد تک۔ اس روپ میں تو انہوں نے اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

”ماریہ۔“ ان کے لب ہلے تھے۔

”امی! میں بہت بری ہوں۔ مجھے اب احساس ہو رہا ہے۔ میں ایک عرصے سے آپ کے لیے تکلیف کا سبب بنتی رہی ہوں۔ میں نے زندگی کو کبھی سنجیدگی سے لیا ہی نہیں۔ میرے نزدیک زندگی کا نام صرف کھیل تماشا تھا اور اس کو میں پوری زندگی سمجھتی رہی ہوں.....لیکن اب لگتا ہے کہ زندگی اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے.....مگر اب میں اپنے سارے رستے گم کر بیٹھی ہوں۔ مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کہاں جاؤں؟ کس راستے پر قدم رکھوں؟ کون سا راستہ اچھا ہے کون سا برا؟“ وہ ایک دم ان کی گود میں منہ چھپا کر بکھر گئی۔ نسرین بیگم پریشان ہو گئیں۔

”میں نے تعلیم کو قدر و اہمیت کو کبھی پرکھا ہی نہیں۔ مجھے ہمیشہ تعلیم زہر لگتی تھی۔ میرا بس چلتا تو میں ساری دنیا کی کتابیں بھٹی میں جھونک دیتی۔ میری جان جاتی ہے اس لفظ سے مگر اب لگتا ہے میں کیا کچھ کھو بیٹھی ہوں۔ تعلیم انسان کو شعور دیتی ہے کہ وہ معاشرے میں مقام بنا سکے۔ لوگوں کو پرکھ سکے.....ان کے چہروں کے پیچھے چھپی اصلیت اخذ کر سکے۔ اپنے اردگرد کا جائزہ لے سکے۔ تعلیم تو نام ہی ادراک کا ہے اور میں نے کیا درست کیا؟ میں جب بھی سوچتی ہوں تو مجھے ہر طرف زیرو ہی زیرو نظر آتا ہے۔ امی میں ایسی کیوں تھی.....؟ بتائیں میں ایسی کیوں تھی.....مجھے زندگی کو سمجھنا کیوں نہ آیا.....؟“ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اور اسے یوں بلک بلک کر روتے دیکھ کر نسرین بیگم کے ہاتھ پاؤں پھولے جا رہے تھے۔

”ماریہ! میری جان میری چندا۔ کچھ بتاؤ تو سہی.....کیا ہوا ہے؟“ وہ تڑپ اٹھی تھیں۔

”امی آپ کی ماریہ ہار گئی۔ زندگی سے ہار گئی۔“ وہ مزید پھوٹ پھوٹ کر روئی۔

اور کافی دیر تک روتے رہنے کے بعد اسے احساس ہوا کہ وہ ایک تسلسل سے کیا حماقت کیے جا رہی ہے اور امی کیا سوچ رہی ہوں گی۔ احساس ہوتے ہی اس نے ایک دم سر ان کی گود سے اٹھا لیا تھا۔ شرمندہ ہوتے ہوتے اپنا چہرہ صاف کیا پھر امی کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ وہ ابھی بھی پریشان اس کا چہرہ کھوج رہی تھیں۔

”ایم سوری امی! میرا مقصد آپ کو پریشان کرنا نہیں تھا۔ ریئلی سوری۔“ ان کے ہاتھ پکڑ کر وہ ندامت سے کہہ رہی تھی۔ انہوں نے بغور جائزہ لیا۔

”تمہارے رونے کی وجہ کیا ہے؟“ انہوں نے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

”وہ بابا یاد آ رہے تھے۔“ یہ سچ بھی تھا جب سے زویا اور نازیہ کی حقیقت علم میں آئی تھی تب سے اپنے یتیم ہونے کا احساس شدت سے ہو رہا تھا۔ تب سے وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اس کے سر پر باپ کا سایہ ہوتا تو کیا تب بھی زویا اور نازیہ اس کے ساتھ یہ سب کرتیں۔ کل سے اب تک اسے اپنا آپ بہت حقیر لگ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے دونوں نے بیچ چوراہے میں اس کی بولی لگا دی ہو۔

”اس کے علاوہ.....؟“ وہ اتنی جلدی مطمئن ہونے والی نہ تھیں۔

”اس کے علاوہ اپنی غلطیوں کا احساس ہے۔ آپ کو پریشان کرنے اور مسلسل تکلیف دینے کا پچھتاوا ہے۔ کبھی کبھی آپ کی بات نہ ماننے کا احساس.....تکلیف دہ باتوں کی یاد.....ریئلی امی جی۔ مجھے لگتا ہے کہ ہر انسان کی زندگی میں آگہی کا ایک لمحہ ضرور آتا ہے اور وہ میری زندگی میں کل رات آیا تھا۔ میں ماضی میں جو بھی کر چکی ہوں اس کو

"ماریہ میں..... وہ داؤد بھائی.....'' اس نے اس سے کچھ کہنا چاہا تھا مگر وہ اسے کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر وہاں سے بھاگ گئی۔

"ماریہ! بات سنو میری۔ پلیز ماریہ۔'' وہ بھی پیچھے لپکی تھی مگر وہ کمرے میں جا کر دروازہ لاک کر گئی تھی اور وہ بند دروازے کو دیکھتی رہ گئی۔ ماریہ کا ردِعمل انتہائی شدید تھا وہ خوفزدہ ہوئی۔

اس وقت رات کے گیارہ بجے تھے۔ تقریباً سب ہی اپنے کمروں میں سو گئے تھے۔ نازیہ نو بجے ہی سو گئی تھی۔ ماریہ نے جب سے رشتے کا سنا تھا تب سے کمرے میں بند تھی۔ آج تو اس نے کچن میں ان کا ہاتھ بھی بٹایا تھا۔ نسرین بیگم جانتی تھیں کہ وہ رشتے کا سن کر خاموش احتجاج کر رہی ہے تو انہوں نے بھی ذرا توجہ نہ دی۔ اب انہوں نے سوچ لیا کہ پہلے ہی دو رشتے ہاتھ سے گنوا چکی تھیں۔ اب وہ مانے یا نہ مانے وہ ہاں کر دیں گی۔ اسی لیے اس کا رویا رویا چہرہ بھی نظر انداز کر گئیں۔ زویا کافی دیر تک اسے تسلیاں دیتی رہی تھی پھر وہ لیٹ گئی تھی تو وہ نیچے چلی آئی۔ برآمدے میں ہی رکھا فون اسٹینڈ دیکھ کر اس کے دل میں داؤد سے مسئلہ ڈسکس کرنے کا خیال آیا تو نمبر ملا لیے۔ اسے تو اندازہ بھی نہیں تھا کہ ماریہ نیچے بھی آسکتی ہے اور پھر دوسرے فون سے اس کی ساری گفتگو بھی سن لے گی..... اور اب اس کا ردِعمل۔ اس کا دل خوف سے سمٹنے لگا۔ وہ نجانے کیا سمجھے۔ وہ جوں جوں سوچ رہی تھی پریشان ہو رہی تھی۔ وہ کافی دیر تک ادھر ادھر ٹہلتی رہی مگر اسی طرح ساری رات تو نہیں گزر سکتی تھی۔ وہ دوبارہ دروازے کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ اس نے تین چار دفعہ دروازہ کھٹکھٹایا تھا مگر وہ نہیں کھلا تھا۔

"پلیز ماریہ دروازہ کھولو۔ میں اس طرح ساری رات کمرے سے باہر نہیں گزار سکتی۔ پلیز.....'' وہ روہانسی ہوگئی تھی اور تب ہی دروازہ کھل گیا تھا۔ وہ تیر کی سرعت سے اندر داخل ہوئی۔ ماریہ دروازہ کھول کر بستر پر دراز ہو کر سر تک چادر تان چکی تھی۔ اس نے بے بسی سے دیکھا۔

"ماریہ! اگر تم میری بات سن لو تو شاید تمہیں سوچنے میں آسانی ہو۔ بخدا میرا مقصد تمہیں تکلیف دینا نہیں تھا..... بلکہ میں تو.....''

"تمہارا اور نازیہ کا جو بھی مقصد تھا۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ میں بس اتنا سمجھی ہوں کہ تم دونوں نے میری تذلیل کی ہے اور اس کے لیے میں تم لوگوں کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔'' ایک دم سپاٹ آواز میں سب کہہ گئی تھی۔ زویا دیکھتی رہ گئی۔

"ماریہ!''

"پلیز! مجھے نیند آرہی ہے..... اور ہاں مجھ سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔'' پھنکارتی آواز تھی۔ زویا تو کئی لمحے سن کھڑی رہی۔ ہاں وہ جانتی تھی کہ ماریہ اس معاملے میں کس قدر شدت پسند ہے۔

❁.....✿.....❁

صبح کے وقت ابو امی اور داؤد عالم تھے۔ داؤد سوچ رہا تھا کہ امی سے کیسے بات کرے..... امی تو اب اس سے ناراض رہنے لگی تھیں جب سے اس نے لائبریری والی لڑکی کے متعلق آگاہ کیا تھا۔ وہ اس لڑکی کے گھر جانا چاہتی تھیں مگر وہ کوئی سرا ہی ہاتھ نہیں پکڑا رہا تھا۔ پہلے اس نے ماریہ کی جانب سے خود انکار کیا تھا اور اب ایک دم اقرار۔

"امی! وہ مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔'' کھانا کھاتے ہوئے اس نے گفتگو کی ابتدا کی۔

"ہاں۔ کہو.....'' انہوں نے سرسری سا کہا۔

"وہ امی! میں چاہتا ہوں کہ آپ نسرین آنٹی کے ہاں آج جائیں۔ ان کی بیٹی ماریہ کے لیے۔'' اٹک اٹک کر اس نے کہہ ہی دیا۔

"کیا.....؟'' امی تو امی عالم صاحب بھی حیران رہ گئے۔

"یہ کیا مذاق ہے؟ تم جانتے ہو داؤد! کہ مجھے ایسا مذاق قطعی پسند نہیں کہ جس میں کسی کی بیٹی وغیرہ پر حرف آئے۔ پہلے انکار اب اقرار..... یہ کیا بات ہوئی بھلا.....'' وہ خفگی سے کہہ رہی تھیں۔

"میں پہلے بھی راضی تھا..... یہ ایک لمبی بات ہے پھر کبھی بتاؤں گا۔ فی الحال تو آپ لوگ آج ان کے ہاں جائیں۔ ماریہ کے لیے اتوار کو ایک رشتہ آرہا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ ان لوگوں سے پہلے بات کر لیں تو اچھی بات ہے۔'' اس نے آرام سے کہا تھا۔ امی نے ابو کو دیکھا۔

"تم بھول رہے ہو کہ تم اس لڑکی کے لیے پہلے ہی انکار کر چکے ہو۔ اب میں کس منہ سے ان کے ہاں جاؤں.....؟'' امی کو اچانک تاؤ آیا تھا۔ ''اور وہ لڑکی جس کا تم ایک بار ذکر کر رہے تھے۔ اسے کس کھاتے میں ڈالو گے بولو۔''

"امی! وہ لڑکی نسرین آنٹی کی بیٹی ماریہ ہی ہے..... اور پلیز مختصر یہ کہ میں نے جان بوجھ کر انکار کیا تھا اور اب اقرار کر رہا ہوں تو اس کی بھی وجہ ہے کہ میں اس لڑکی کو کھونا نہیں چاہتا۔ آگے آپ سمجھدار ہیں۔'' وہ کھانا کھا چکا تھا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔ امی ابو بھی چپ چاپ ایک دوسرے کی شکلیں دیکھتے رہ گئے۔

زویا اس سے بار بار بات کرنے کی کوشش کر چکی تھی مگر اس کی چپ نہیں ٹوٹی۔ بہت سنجیدگی کے ساتھ وہ کالج گئی تھی اور حیرت کی بات تھی اس نے پہلی دفعہ سارے پیریڈ اٹینڈ کیے تھے اور تو اور پہلی دفعہ اس نے لیکچر کے دوران ٹیچر سے کوئی سوال بھی کیا تھا۔ واپس آکر وہ کچن جانے کی بجائے کمرے میں گھس گئی تھی۔ نماز وغیرہ ادا کر کے قرآن مجید پڑھتی رہی۔ قرآن مجید بند کیا تو کتابیں کھول لیں۔ زویا تو سب جانتی تھی مگر نازیہ بھی حیران ہوئی اور پھر جب اسے زویا سے ساری حقیقت کا علم ہوا تو وہ بھی چپ کی چپ رہ گئی۔

شام کی چائے کی ذمہ داری بڑی بھابی نے اس پر عائد کی تھی جسے اس نے نہایت خاموشی سے نبھایا بھی تھا۔ ابھی وہ لوگ چائے پی رہے تھے جب تجمل آنٹی اور عالم انکل چلے آئے۔ ان کے ساتھ ان کا داماد اور جبین بھی تھیں۔ ان کو دیکھتے ہی وہ کمرے میں گھس کر دروازہ لاک کر گئی تھی۔ اسے نہیں پتا وہ لوگ کب گئے اور کیا کیا باتیں ہوئیں؟ بس وہ تو اپنے اندر کی آگ سے نبرد آزما تھی۔ وہ لوگ چلے گئے تو وہ کمرے سے نکلی۔ عشا کی نماز ادا کر چکی۔ وہ امی کے کمرے میں چلی آئی۔ وہ جائے نماز پر کھڑی تھیں۔ ابھی انہوں نے نماز شروع ہی کی تھی۔ وہ ان کے بستر پر لیٹ گئی اور جب تک انہوں نے نماز مکمل کی وہ بس چھت کو گھورتی رہی۔ آدھے گھنٹے بعد انہوں نے جائے نماز لپیٹا تو وہ تب ہی اسی حالت میں تھی۔ وہ جائے نماز ایک طرف ڈال کر اس کے پاس بیٹھ گئیں۔

"ماریہ! کیا بات ہے..... چندا کوئی بات ہوئی ہے؟'' وہ جتنی اس کی حرکتوں پر خائف رہتی تھیں اتنی ہی اس سے محبت بھی کرتی تھیں۔ اس کا سر اپنی گود میں رکھ کر بالوں میں انگلیاں پھیریں۔

"امی! یہ تجمل آنٹی وغیرہ کیوں آئے تھے؟'' ان کے سوال کو نظر انداز کرتے اس نے پوچھا تھا۔ وہ پہلے تو چونکیں پھر سمجھ کر مسکرا دیں۔

"تم جانتی ہو..... بلکہ جو سمجھ رہی ہو وہ سچ ہے۔ وہ ایک دفعہ پھر اپنے بیٹے کے لیے رشتہ لے کر آئی ہیں۔''

"امی جان پلیز! آپ انکار کر دیں۔ مجھے نہیں کرنی اس داؤد عالم سے شادی۔ اس کے علاوہ آپ جہاں کہیں گی میں تیار ہوں مگر ادھر نہیں۔'' وہ ایک دم بکھر گئی تاہم خود کو رونے سے باز ہی رکھا۔

"مگر ماریہ.....'' انہوں نے اس قدر دوٹوک انداز پر کچھ کہنا چاہا تو اس نے روک دیا۔

"امی پلیز! زویا کی ممانی کے بھائی کا جو رشتہ آرہا ہے وہ مجھے منظور ہے۔ آپ ان لوگوں کو ہاں کہہ دیجیے گا۔'' وہ انتہائی سنجیدہ تھی بلکہ خطرناک حد تک۔ اس روپ میں تو انہوں نے اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"ماریہ'' ان کے لب ہلے تھے۔

"امی! میں بہت بری ہوں۔ مجھے اب احساس ہو رہا ہے۔ میں ایک عرصے سے آپ کے لیے تکلیف کا سبب بنتی رہی ہوں۔ میں نے زندگی کو کبھی سنجیدگی سے لیا ہی نہیں۔ میرے نزدیک زندگی کا نام صرف کھیل تماشا تھا اور اس کو میں پوری زندگی سمجھتی رہی ہوں..... لیکن اب لگتا ہے کہ زندگی اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے..... مگر اب میں اپنے سارے رستے گم کر بیٹھی ہوں۔ مجھے سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کہاں جاؤں؟ کس راستے پر قدم رکھوں؟ کون سا راستہ اچھا ہے کون سا برا؟'' وہ ایک دم ان کی گود میں منہ چھپا کر بکھر گئی۔ نسرین بیگم پریشان ہو گئیں۔

"میں نے تعلیم کو قدر و اہمیت کو کبھی پرکھا ہی نہیں۔ مجھے ہمیشہ تعلیم زہر لگتی تھی۔ میرا بس چلتا تو میں ساری دنیا کی کتابیں بھٹی میں جھونک دیتی۔ میری جان جاتی ہے اس لفظ سے مگر اب لگتا ہے میں کیا کچھ کھو بیٹھی ہوں۔ تعلیم انسان کو شعور دیتی ہے کہ وہ معاشرے میں مقام بنا سکے۔ لوگوں کو پرکھ سکے..... ان کے چہروں کے پیچھے چھپی اصلیت اخذ کر سکے۔ اپنے ارد گرد کا جائزہ لے سکے۔ تعلیم تو نام ہی ادراک کا ہے اور میں نے کیا درست کیا؟ میں جب بھی سوچتی ہوں تو مجھے ہر طرف زیرو ہی زیرو نظر آتا ہے۔ امی میں ایسی کیوں تھی.....؟ بتائیں میں ایسی کیوں تھی..... مجھے زندگی کو سمجھنا کیوں نہ آیا.....؟'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اور اسے یوں بلک بلک کر روتے دیکھ کر نسرین بیگم کے ہاتھ پاؤں پھولے جا رہے تھے۔

"ماریہ! میری جان میری چندا۔ کچھ بتاؤ تو سہی..... کیا ہوا ہے؟'' وہ تڑپ اٹھی تھیں۔

"امی آپ کی ماریہ ہار گئی۔ زندگی سے ہار گئی۔'' وہ مزید پھوٹ پھوٹ کر روئی۔

اور کافی دیر تک روتے رہنے کے بعد اسے احساس ہوا کہ وہ ایک تسلسل سے کیا حماقت کیے جا رہی ہے اور امی کیا سوچ رہی ہوں گی۔ احساس ہوتے ہی اس نے ایک دم سر ان کی گود سے اٹھا لیا تھا۔ شرمندہ ہوتے ہوتے اپنا چہرہ صاف کیا پھر امی کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ وہ ابھی بھی پریشان اس کا چہرہ کھوج رہی تھیں۔

"ایم سوری امی! میرا مقصد آپ کو پریشان کرنا نہیں تھا۔ ریئلی سوری۔'' ان کے ہاتھ پکڑ کر وہ ندامت سے کہہ رہی تھی۔ انہوں نے بغور جائزہ لیا۔

"تمہارے رونے کی وجہ کیا ہے؟'' انہوں نے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

"وہ بابا یاد آرہے تھے۔'' یہ سچ بھی تھا جب سے زویا اور نازیہ کی حقیقت علم میں آئی تھی تب سے اپنے یتیم ہونے کا احساس شدت سے ہو رہا تھا۔ تب سے وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اس کے سر پر باپ کا سایہ ہوتا تو کیا تب بھی زویا اور نازیہ اس کے ساتھ یہ سب کرتیں۔ کل سے اب تک اسے اپنا آپ بہت حقیر لگ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے دونوں نے بیچ چوراہے میں اس کی بولی لگا دی ہو۔

"اس کے علاوہ.....؟'' وہ اتنی جلدی مطمئن ہونے والی نہ تھیں۔

"اس کے علاوہ اپنی غلطیوں کا احساس ہے۔ آپ کو پریشان کرنے اور مسلسل تکلیف دینے کا پچھتاوا ہے۔ کبھی بھی آپ کی بات نہ ماننے کا احساس..... تکلیف دہ باتوں کی یاد..... ریئلی امی جی۔ مجھے لگتا ہے کہ ہر انسان کی زندگی میں آگہی کا ایک لمحہ ضرور آتا ہے اور وہ میری زندگی میں کل رات آیا تھا۔ میں ماضی میں جو بھی کر چکی ہوں اس کو

بدل تو نہیں سکتی مگر میرا وعدہ ہے حال اور مستقبل میں آپ مجھے بالکل ویسا ہی پائیں گی جیسا کہ آپ چاہتی ہیں۔ میں اپنے آپ کو سنوار لوں گی۔ آپ کے معیار پر پورا اترنے کی کوشش کروں گی۔ آپ چاہتی تھیں نا کہ میں بہت پڑھوں اگرچہ کتابوں سے میری جان جاتی ہے مگر میں پڑھوں گی صرف آپ کے لیے۔'' وہ ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے سب کہہ رہی تھی اور وہ خوشی کے ساتھ اس کی اس کایا پلٹ پر حیران ہو رہی تھیں۔

زویا کی ممانی اگلے دن اتوار کے روز اپنے بھائی کا رشتہ لے کر آئی تھیں۔ جسے سوچ کر بتانے کا کہا گیا تھا۔ اس نے امی کو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ دوسرا رشتہ قبول کر لیں۔ اب پتا نہیں وہ سب کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ ماریہ کی جان سولی پر لٹکی ہوئی تھی۔ کالج جانا اور گھر پر بھی وقت دینا ایسے میں دل کی شکستہ بستی کو نظر انداز کر کے صرف سامنے نظر آنے والے منظر کو ہی ملاحظہ کرنے کے لیے مشکل ہی نہیں ناممکن بھی تھا مگر اب وہ جس طرح ان سب حالات سے پوری استقامت کے ساتھ نبرد آزما تھی اس پر وہ خود بھی حیران ہوئی تھی کہ اس کے اندر اتنی طاقت کہاں سے آ گئی ہے یا پھر ایک انکشاف نے اس کے اندر برسوں سے چھپے بزدل لمحوں کو اکھاڑ پھینکا تھا۔ وہ نالائق ضرور تھی مگر بے عقل نہیں۔ اچھی سمجھ بوجھ والی لڑکی تھی۔ کبھی اپنے آپ کو استعمال ہی نہیں کیا تھا اور اب وہ خود کو آزمانا چاہتی تھی۔ زویا اور نازیہ نے ہر ممکن طریقے سے اس سے بات کرنا چاہی مگر وہ انہیں بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیتی تھی۔ تنگ آ کر زویا تو رو ہی دی۔

''یہ سب داؤد بھائی کی وجہ سے ہوا ہے۔ ان ہی کا پلان کیا ہوا ڈرامہ تھا۔ ہمارا قصور تو صرف اتنا تھا کہ ہم نے ان کا ساتھ دیا۔ صرف اور صرف ماریہ کے بہتر مستقبل کے لیے مگر وہ ہمیں ہی ملزم سمجھ رہی ہے۔ کچھ سننے پر آمادہ ہی نہیں۔ کم از کم حقیقت تو جان لے پھر چاہے جو مرضی سزا دے لے مگر اس طرح چپ کی مار تو مت مارے۔'' نازیہ کے سامنے وہ رو رہی تھی۔

''وہ شروع سے ہی کم عقل ہے۔ اب بھی حماقت کر رہی ہے' بے وقوف کہیں کی..... میرا تو دل چاہ رہا ہے کہ کس کر تین چار تھپڑ لگاؤں۔'' زویا کا رونا اس سے برداشت نہیں ہوا۔ غصے سے برا حال ہو رہا تھا۔

''میں داؤد بھائی کو سب بتا دوں گی۔ مجھ سے نہیں برداشت ہوتی اس کی ناراضگی۔ زندگی میں اس طرح اس نے کبھی بھی نہیں کیا۔ ان چار پانچ دنوں میں کتنی بدل گئی ہے وہ۔ داؤد بھائی جانیں اور ان کا پلان۔ ہم تو خوامخواہ پھنسے ہیں۔ اب تو نیکی کا کوئی زمانہ ہی نہیں رہا۔'' آنسو صاف کرتے اس نے فیصلہ کیا۔ نازیہ نے بھی گردن ہلائی پھر دونوں نے مل کر داؤد عالم کو فون کیا۔ ساری بات بتا کر وہ اسے ماریہ کا ردعمل بھی بتانے لگیں۔

''داؤد بھائی! اس نے ممانی کے بھائی کا رشتہ بھی قبول کر لیا ہے۔ تاہم چچی جان نے فیصلہ دادی جان اور تایا ابو پر چھوڑ دیا ہے۔'' وہ اسے بتا رہی تھی اور وہ پریشان ہوا۔

''دماغ تو خراب نہیں ہو گیا اس لڑکی کا جب اس نے سن ہی لیا تھا تو تم اس کو ساری بات بتانے کی کوشش تو کرتیں.....'' آخر میں وہ زویا پر ہی چڑھ دوڑا۔

''اچھی بات ہے۔ آپ دونوں کی نیکی جرم گناہ لازم والی بات فٹ آتی ہے ہم پر۔ ایک تو ہم گیند کی طرح ادھر سے ادھر لڑھک رہے ہیں۔ آپ دونوں کی بھلائی چاہ رہے ہیں اور الٹا ہم ہی کو الزام۔ واہ بھئی واہ کیا دستور ہے آپ کے ہاں نیکی کا بدلہ اتارنے کا سبحان اللہ۔'' زویا کی زبان آج تیز دھاری تلوار بنی ہوئی تھی۔ داؤد ڈپٹا گیا۔

''ایم سوری۔ تم اس سے بات کرنے کی کوشش کرو۔ یہ بھلا کیا بات ہوئی؟ جب وہ مجھ سے محبت کرتی ہے تو پھر دوسرا رشتہ قبول کر لینے کی کیا تُک ہے بھلا۔''

''یہ تو آپ اسی سے پوچھیں۔ اب ہم کسی بھی معاملے میں آپ کا ساتھ نہیں دیں گے۔ آپ جانیں اور وہ پاگل لڑکی..... آج کل تو بڑی بدل گئی ہے..... اور کچھ فائدہ ہوا ہو یا نہ ہو یہ ضرور ہوا ہے کہ جس لڑکی کو سالوں تک کوئی ایک لفظ بھی نہیں سکھا سکا تھا۔ وہ صرف پانچ دنوں میں سر سے پاؤں تک بدل گئی ہے..... اور دکھ کی بات یہ ہے کہ آپ کے لیے اس نے خود کو بدلنے کی کوشش ضرور کرنا چاہی تھی مگر بدلی وہ اپنے لیے ہے صرف اور صرف اپنے لیے..... تاکہ ہم اور آپ جیسے لوگ اس کی ذات کو اشتہار نہ بنائیں۔'' داؤد عالم کو سب کہہ کر زویا نے فون بند کر دیا اور داؤد عالم کتنی دیر تک ہکا بکا بیٹھا رہا تھا پتھر کی مانند۔

''وہ کون ہوتی ہے..... میرے لیے انکار کرنے والی..... ایسی کی تیسی.....'' اس نے موبائل زور سے بیڈ پر پھینکا۔ ''ایک دفعہ ہاتھ لگ جائے..... ایسی سزا دوں گا کہ ساری عقل ٹھکانے آ جائے گی..... بے وقوف..... جنگلی بلی..... احمق۔'' وہ کمرے میں چکر لگاتا مسلسل کڑھ رہا تھا۔

''تم صرف میری ہو ماریہ بی بی۔ میں وہ بچپن والا داؤد نہیں ہوں۔ سیدھا سادا الو سا جسے تم اگر کھینچ کھانچ کر ڈربے میں بند کر دو اور کچھ مزاحمت بھی نہ کر پاؤں۔ تمہیں تو اب میں عقل سکھاؤں گا۔'' کشن اٹھا کر دیوار پر مارتے اس نے ہونٹ بھینچے۔

❖.....۞.....❖

وہ امی کو انکار کر کے کچھ مطمئن سی ہو گئی تھی۔ دادی جان کی زبانی داؤد عالم کے رشتے کی منظوری سن کر سکتے میں آ گئی۔ کئی پل حرکت ہی نہ کر سکی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے امی نے اسے یہ خبر دی تھی تب سے اب تک وہ گنگ بیٹھی ہوئی تھی۔

''نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا..... ایک آوارہ بدتمیز شخص ہی میرے لیے رہ گیا ہے۔ میں لاکھ سزا کی حق دار لیکن یہ سزا مجھے قطعی منظور نہیں..... میں اپنی غلطیاں تسلیم کرتی ہوں۔ اپنی سب بے وقوفیوں پر نادم ہوں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک ایسے شخص کو ساری زندگی کے لیے قبول کر لوں جو دوسروں کے ساتھ مل کر میری ذات کا اشتہار لگاتا ہے۔ لائبریری کی حرکتوں کو میں نظر انداز کر دوں مگر اپنے دل کا کیا کروں جس نے پہلی دفعہ اس کے نام پر دھڑکنا سیکھا تھا۔ کتنا زعم تھا اس شخص کو خود پر کہ وہ مجھے خوار کرے گا لیکن نہیں..... میں کیوں خوار ہوں..... وہ ہو گا..... وہ کون ہوتا ہے اتنا بڑا دعویٰ کرنے والا اوروں کے ساتھ مل کر میری ذات کے پرخچے اڑانے والا۔ مجھے کیڑوں مکوڑوں سے بھی حقیر کر دینے والا..... میری اپنی نظروں میں ہی میری تذلیل کر دینے والا..... نہیں داؤد عالم..... بالکل نہیں۔ لاعلمی میں میں زویا اور نازیہ کی باتوں میں آ گئی۔ میں تو اب سمجھی ہوں کہ شاید تمہاری طرف کبھی راغب نہ ہو پاتی جو اگر یہ دونوں نہ ہوتیں..... کیسے ہر وقت مجھ سے تمہارا ذکر کرتی تھیں..... لائبریری میں کی جانے والی تمہاری حرکتیں..... ہمارے گھر آنا اور پھر اس کے بعد کے واقعات..... کس طرح انہوں نے مجھے بریفنگ دی تھی اور میں بھی کتنی بے وقوف نکلی جو ان کی باتوں سے پھسلتی چلی گئی..... میں احمق ہوں اور کم عقل بھی مجھے زندگی کا سلیقہ ہی نہیں تھا۔ مجھے سوائے لڑنے کے کچھ آتا ہی نہ تھا اور تب میں نے سوچا تھا کہ میں تمہارے لیے خود کو بدلوں گی۔ محبت نے میرے دل میں جگہ بنائی تھی اور میں کتنی احمق نکلی..... سمجھ ہی نہ سکی کہ وہ محبت نہیں تھی بلکہ یہ تو وہ تذلیل تھی جو تم لوگوں کو رشتے سے انکار کر کے میں نے کی تھی۔ تم مجھ سے بدلہ لینا چاہتے تھے..... تم مجھے میری نظروں سے گرانا چاہتے تھے..... تم تو ایک عام انسان کی طرح ہی میرے سامنے آئے تھے۔ اتنی دیر تک منظر پر رہے اور پھر جب یہ منظر میرے دل پر نقش ہونے لگے تو تم نے سارے خوابوں کو اکھاڑ پھینکا۔ کاش اس رات میں نیچے نہ آتی۔ زویا کو فون پر مصروف دیکھ کر چپکے چپکے باتیں کرتے دیکھ کر میرے دل میں اس کی باتیں سننے کا خیال پیدا نہ ہوتا اور نہ ہی میں ساری گفتگو سنتی..... نہ ہی یہ اذیت سہتی کہ تم مجھ سے محبت نہیں کرتے بلکہ میری انا کو کچلنا چاہتے ہو..... میں پاگل بے عقل سی بے وقوف لڑکی تھی۔ میرے پاس سوائے انا کے اور تھا ہی کیا اور تم اسے چھیننا چاہتے تھے..... نجانے تم نے یہ سب کیوں کیا؟ بس میں تو صرف یہ جانتی ہوں کہ میری ذات کی تذلیل کی گئی ہے اور یہ زویا' نازیہ..... میری کوئی بہن نہیں تھی مگر یہ دونوں میری سب کچھ تھیں۔ نہیں سہیلیاں اور کزنز..... لیکن انہوں نے کیا صرف ایک غیر شخص کے لیے میرا برسوں کا اعتماد ریزہ ریزہ کر دیا۔ تنکوں سے بھی حقیر ہو کر رہ گئی ہوں میں۔ ان کا جو بھی مقصد تھا لیکن مجھے تو صرف ایک بات ہی سمجھ میں آتی ہے کہ انہوں نے ایک اشارے باز شخص کی خاطر میری انا کے بدلے میری محبت میرے جذبوں اور سب سے بڑھ کر میری ذات کی بولی لگائی ہے..... کاش میں ان پر کبھی دوبارہ اعتماد کر سکوں..... داؤد عالم اس سب کے لیے میں تمہیں معاف نہیں کروں گی..... میری بددعا ہے جس طرح میں روز تڑپتی ہوں' سسکتی ہوں تم بھی تڑپو..... تم بھی خوار ہو..... سکون کو ترس جاؤ تم..... میری محبت کا مذاق اڑایا تم نے کبھی سکھی نہ رہو۔'' ان چند دنوں میں اس نے اپنے آپ کو کس قدر تنہا اور اکیلا کر لیا تھا۔

''بابا کی وفات کے بعد مجھے لگتا تھا کہ میری زندگی میں کوئی خلا آ گیا ہے۔ میں ہر وقت روتی رہتی تھی اور سارے گھر والے میرے آنسوؤں سے پریشان ہو جاتے تھے۔ ان سب نے مجھے غیر معمولی توجہ دی تھی۔ پیار' محبت' اپنائیت اتنا ملا کہ میں بگڑتی چلی گئی۔ میری زندگی میں توازن ختم ہوتا چلا گیا اور میں غیر متوازن ہوتی گئی۔ پہلے کتابوں سے دل اچاٹ ہوا پھر پڑھائی سے..... پتا نہیں بی۔ اے تک کیسے آ گئی؟ امی نہ ہوتیں تو میں شاید ان پڑھ ہی رہتی..... اور پھر وقت سرکتا گیا اور اس زندگی کو میں نے اپنا نصب العین بنا لیا۔ کوئی کیا کہتا ہے کس چیز میں میری بہتری ہے؟ کون مجھے سکھانا چاہتا ہے؟ میں نے دھیان دینا چھوڑ دیا تھا اور شاید اس سب میں میرا اپنا قصور تھا جس کا نتیجہ اب میں بھگت رہی ہوں..... نہ ہی میری شخصیت اس قدر غیر متوازن ہوتی اور نہ ہی میری زندگی میں داؤد عالم کا نام ہوتا۔''

رو رو کر برا حال ہو رہا تھا۔ پہلے کمرے میں اندھیرا پھیلا اور پھر یہ اندھیرا اس کی آنکھوں اور ذہن میں بھی چھاتا چلا گیا..... اور جب ہوش آیا تو ہر کوئی پریشان پریشان چہرہ لیے اس پر جھکا ہوا تھا۔ وہ بستر پر تھی۔ اس نے بے دھیانی میں سب کو دیکھا پھر نظر امی پر جا کر رک گئی۔

''امی.....'' اس کے لبوں سے سسکاری نکلی۔

''ماں صدقے..... کیا ہوا میری چندا کو.....'' انہوں نے جھک کر اس کی پیشانی چوم لی۔

''امی! مجھے..... شادی نہیں کرنی..... نہیں کرنی..... بالکل نہیں کرنی..... کسی داؤد سے نہیں کرنی..... کسی سے نہیں کرنی.....'' وہ ایک دم ہذیانی انداز میں چیخنے لگی۔ امی دادی اور وہاں موجود ہر شخص اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔

''ماریہ..... ماریہ.....'' مگر وہ تو ہاتھوں سے پھسلتی چلی گئی۔

''ہائے میری بچی..... کیا ہو گیا اسے.....؟'' وہ دوبارہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ نسرین بیگم کی تو اپنی حالت بگڑنے لگی۔

دوبارہ جب اسے ہوش آیا تو کمرے میں کوئی بھی نہیں تھا۔ ماریہ کی نظر سب چیزوں کا جائزہ لینے لگی۔ جب پہلے ہوش آیا تھا تو وہ اپنے کمرے میں تھی مگر اب امی کے کمرے میں تھی۔ امی بستر کے دوسری طرف سو چکی تھیں۔ آہستہ آہستہ اسے یاد آتا گیا کہ وہ عصر کے قریب اپنے کمرے میں تھی جب بے ہوش ہوئی تھی اور اب اس نے گھڑی دیکھی تو رات کے ڈھائی بج رہے تھے۔

''یا اللہ میرے دل کو مضبوط کر دے۔ میں یہ کیا پاگل پن کر رہی ہوں۔ مجھے استقامت بخش..... مجھے میرے اپنوں کے سامنے شرمندہ نہ کرنا۔ میں پہلے ہی بہت سی حماقتیں کر چکی ہوں۔ اب سرخرو کر دے۔'' بے آواز روتے ہوئے وہ نجانے کب تک دعا مانگ رہی تھی۔

اگلے دن سب ہی اسے نارمل دیکھ کر مطمئن ہو گئے تھے۔ تاہم اس سے کسی قسم کا کوئی سوال جواب نہیں کیا گیا تھا۔ زویا اور نازیہ شرمندہ شرمندہ سی اس کے سامنے آنے سے کتراتی رہیں جب کہ نسرین بیگم اس کے اس ردعمل پر تشویش و پیچ میں پڑ گئی تھیں کہ کیا کریں؟ ایک دل چاہا کہ کھل کر ماریہ سے بات کریں مگر رات اس کی حالت دیکھ کر دل اس طرح ڈرا ہوا تھا کہ وہ دوبارہ کوئی ذکر چھیڑ کر کسی بھی قسم کا کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتی تھیں۔ تاہم تحمل سے زیادہ انہیں بیٹی عزیز تھی۔ داؤد ہر لحاظ سے معقول تھا لیکن ماریہ کی جگہ نہیں لے سکتا تھا۔

''ایم سوری ماریہ! یہ سب ہماری وجہ سے ہوا ہے..... اگر تم ہماری بات سن لو تو تمہیں فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی پھر جو بھی سزا دو گی ہم بخوشی برداشت کرلیں گے لیکن پلیز ہم سے یوں منہ نہ موڑو۔'' وہ اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی تھی جب نازیہ اور زویا اس کے پاس آگئی تھیں۔ وہ نادم تھیں شرمندہ تھیں۔ ماریہ نے ایک گہری سانس لی۔

''میں تم لوگوں سے ناراض نہیں ہوں لیکن آئندہ تم مجھ سے کوئی ذکر نہیں کرنا۔ خاص طور پر یہ مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔'' ان کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس نے مسکرا کر کہا تھا تو دونوں نظریں چرا گئیں۔

وہ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی ہوئی تھی جب تجمل آنٹی ان کی بیٹی داماد انکل اور..... داؤد آئے تھے۔ شاید اس کی ناساز طبیعت کا سن کر آئے تھے۔ ان کو دیکھ کر اس کی بھنویں تن گئیں۔ دل تو چاہا کہ چیخ چیخ کر ان سے کہے کہ وہ اس کے گھر سے نکل جائیں لیکن وہ برداشت کرگئی جب تک ان کے پاس بیٹھی رہی چہرہ سپاٹ ہی رہا۔

داؤد عالم گاہے بگاہے اس پر نظر ڈال لیتا تھا لیکن وہ تو دیکھنا کیا ایک نظر ڈالنا بھی قابلِ نفرت سمجھ رہی تھی۔ وہ اس کے تیور دیکھ کر ہی ڈر گیا۔ وہ کچھ دیر ان کے پاس بیٹھی رہی۔ بالکل چپ چاپ اور سپاٹ چہرے لیے۔ جب ضبط چھلکنے لگا تو معذرت کر کے بڑے ہی پروقار قدموں سے چلتی وہاں سے نکل آئی۔ داؤد عالم کی نگاہوں نے باہر نکلنے تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

''کیا یہ میری بات سن پائے گی؟'' وہ سوچ کر رہ گیا۔

بڑے باتوں میں مصروف تھے۔ سب ہی ٹی وی لاؤنج میں تھے سوائے اس بے وقوف کے۔ وہ جبین کے پاس سے اٹھ کر زویا اور نازیہ کے قریب چلا آیا۔

''سنو میں ماریہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''ایم سوری۔ ہم آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے..... وہ محترمہ پہلے والی لڑکی نہیں رہی..... وہ واقعی بدل گئی ہے۔ داؤد بھائی پہلے ہی اس کی طبیعت خراب ہے۔ آپ کو نہیں پتا رات ہمارے گھر قیامت آتے آتے رہ گئی تھی۔ وہ کس بری طرح ہمارے ہاتھوں سے پھسلتی چلی گئی تھی۔ وہ تو شکر ہے کہ ڈاکٹر موجود تھا جو فوری ٹریٹمنٹ دینے سے وہ سنبھل گئی۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ اسے کسی بھی قسم کے صدمے سے دور رکھیں ورنہ اس کا نروس بریک ڈاؤن ہو سکتا ہے..... اور ہم کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتیں۔'' نازیہ نے صاف انکار کر دیا تھا۔ وہ بے بسی سے دیکھتا رہ گیا۔

''پلیز! میں صرف اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ معاملہ صاف کرنا چاہتا ہوں ایک دفعہ..... پلیز صرف ایک دفعہ..... میں احتیاط کروں گا کوئی ایسی بات نہیں ہوگی جو اس کی طبیعت کو دوبارہ سے خراب کرنے کا سبب بنے۔'' وہ انتہائی عاجزی سے کہہ رہا تھا کہ زویا کا دل پسیج گیا۔

''ٹھیک ہے..... لیکن میرا نام نہیں آنا چاہیے۔'' اٹھتے ہوئے اس نے تنبیہہ بھی کی۔

وہ اسے لے کر کمرے میں گئی تو وہ وہاں نہ تھی۔ وہ اسے تلاش کرتے رہے جو گھر کی پچھلی جانب بنی سیڑھیوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔ چاند آخری تاریخوں کا تھا۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ صرف ایک ساٹھ واٹ کا بلب تھا جس کی روشنی بہت مدہم تھی۔ وہ نجانے کیا سوچ رہی تھی۔ بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹے ہوئے تھے۔ سب سے چھپ کر وہ یہاں آبیٹھی تھی۔ زویا اسے اشارہ کر کے وہاں سے نکل گئی۔ وہ چلتا ہوا اس کے عقب میں آکھڑا ہوا۔

''ماریہ.....'' بہت آہستگی سے پکارا گیا تھا لیکن وہ ایک دم ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔

''آ..... آپ.....'' اس کی آواز لڑکھڑا گئی۔

''کیسی ہو.....؟'' اس کے زرد چہرے کو نظروں کے حصار میں لیتے بہت محبت سے پوچھا تھا۔ جواباً وہ استہزائیہ ہنس دی۔

''کم از کم ویسی نہیں ہوں جیسا کہ آپ کو مجھے دیکھنے کی خواہش تھی۔'' وہ طنزیہ کہہ رہی تھی۔

''تم خوامخواہ خود کو اذیت دے رہی ہو۔ اگر آرام سے بات سن لو..... معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔'' داؤد عالم نے بات شروع کی تھی۔

''داؤد عالم صاحب! کیسا معاملہ؟ آپ شاید بھول رہے ہیں..... ہمارے درمیان کبھی کوئی معاملہ طے نہیں ہوا اور پھر آپ کس معاملے کی بات کر رہے ہیں؟'' اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ داؤد نے لب بھینچے۔

''ماریہ! تم جانتی ہو کہ میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔ یہ رشتہ میری پسند سے بھیجا گیا تھا..... لیکن اس سے پہلے کے واقعات سے تم بے خبر ہو۔ میں تمہیں وہی سب کچھ بتانا چاہتا ہوں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں..... اسی لیے میں نے.....''

''پلیز داؤد صاحب! اتنے مقدس جذبے کی یوں تضحیک نہ کریں۔ آپ کیا جانیں محبت کسے کہتے ہیں.....؟ لائبریری کی چار دیواری میں بیٹھ کر اشارے کرنے والا شخص کیا جانے کہ جذبے کیا ہوتے ہیں.....؟ کسی کی تذلیل کرنے والا شخص مجھے ان لفظوں کو اپنے منہ سے نکال کر توہین کرنے والا ناقابلِ نفرت لگ رہا ہے.....'' اس کا ہر لفظ زہر میں ڈوبا ہوا تھا۔

''تم آخر میری بات کیوں نہیں سنتیں.....؟ پہلے اصل بات تو جان لو پھر کوئی دفعہ بھی عائد کرنا۔'' وہ ایک دم اشتعال میں آگیا تھا لیکن اپنے لب و لہجے پر بمشکل کنٹرول کر پایا۔

''میں کچھ نہیں سننا چاہتی..... اور کس زعم میں آپ میرے سامنے آکر اس طرح بات کر رہے ہیں.....؟ مائنڈ اٹ داؤد صاحب! میں نے ہمیشہ آپ کی نازیبا حرکات برداشت کی ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میرے ہی گھر میں اس طرح میری بازپرس کریں..... اور کس دعوے پر آپ یہاں تک چل کر آئے ہیں..... انکار میرا حق ہے اور میں نے کہا تھا کہ آپ اپنا حق استعمال کریں اور میں اپنا حق استعمال کروں گی۔'' وہ مضبوط لہجے میں کہہ رہی تھی اور پھر قدم اٹھا کر اس کو بالکل نظرانداز کر کے جانے کو تھی کہ اچانک داؤد عالم نے بڑھ کر اس کا بازو کھینچ کر روکنا چاہا تھا۔

''تم میری بات سنے بغیر نہیں جا سکتیں..... سمجھیں تم.....'' وہ غیر متوازن اس کے بازو سے آلگی تھی۔ ماریہ کو یوں لگا جیسے اس کے پورے بدن میں کرنٹ لگ گیا ہو۔

''چھوڑیں مجھے۔ کاش میں آپ کی اس حرکت پر آپ کا منہ نوچ سکتی۔'' پھولی سانس سمیت وہ کہہ کر جھٹکے سے اپنا بازو چھڑا کر وہاں سے بھاگ نکلی۔

''آئی ڈیم اٹ۔'' اس نے بھنا کر دائیں ہاتھ کا مکا بنا کر دیوار پر دے مارا۔ داؤد عالم کو اگر اس کی خراب طبیعت کا احساس نہ ہوتا تو وہ دو منٹوں میں اس کا سارا دماغ درست کر دیتا مگر اب لب بھینچ کر رہ گیا۔

❁.....✡.....❁

امی نے اس سے انکار کی وجہ پوچھی تھی اور اس کے پاس کہنے کو بہت کچھ تھا لیکن وہ ایک لفظ بھی نہ کہہ پائی۔ بالکل خاموشی سے ان کے سامنے سے اٹھ آئیں۔ اسے رہ رہ کر داؤد عالم پر غصہ آرہا تھا۔ کس قدر زعم سے دھڑلے سے اس سے بازپرس کر رہا تھا جیسے اس نے باقاعدہ اس کے سامنے اظہارِ محبت کیا ہو۔ اس سے عہد و پیمان باندھے ہوں اور اب وہ مکر رہی ہو۔ اسے بھولنے سے بھی کچھ بھول نہیں رہا تھا۔ اس نے اللہ سے اپنے حق میں سکونِ قلب مانگا تھا اور پھر سب کچھ اللہ پر چھوڑ کر پرسکون ہوگئی تھی۔

تجمل آنٹی کے ہاں سے ڈھیروں ساز و سامان آیا تب اسے احساس ہوا کہ امی نے ان کو ہاں کہہ دی ہے۔ وہ بوکھلا کر رہ گئی۔ اگلے ہی لمحے ان کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

''امی! میرے انکار کے باوجود آپ نے ان لوگوں کو ہاں کہہ دی..... میری ذرا بھی اہمیت نہیں آپ کی نظروں میں.....؟'' اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ ان کا دل پسیجا مگر اگلے ہی لمحے انہوں نے دل پر پتھر رکھ لیا۔

''تم جب تک مجھے انکار کی اصل وجہ نہیں بتاؤ گی۔ میں تمہاری بات نہیں مانوں گی..... ناحق شادی نہ کرنے کی چھوٹی سی ضد پر اتنا اچھا رشتہ ہاتھ سے گنوا دیتی.....'' وہ کہہ رہی تھیں۔ وہ چند لمحے چپ چاپ انہیں دیکھتی رہی۔

''تب تو آپ کو صرف رشتہ گنوانا تھا مگر اب آپ بیٹی کو بھی گنوا دیں گی۔'' ایک دم روتے ہوئے کہہ کر وہاں سے نکل آئی تھی۔ ساری رات روتی رہی۔ سب اس کے پاس آئے تھے مگر اس نے دروازہ ہی نہیں کھولا تھا۔

سب کو ہی اس کی فکر تھی مگر وہ تو جیسے کمرے میں بند ہو کر باہر نکلنا بھول گئی۔ خوب رو دھو کر ساری کسر نکالنے کے بعد وہ کمرے سے نکلی۔

''کسی کو میرا احساس ہی نہیں۔'' وہ خودترسی کا شکار ہونے لگی پھر نجانے ذہن میں کیا سمائی کہ فون لے کر بیٹھ گئی۔ داؤد عالم کے موبائل کا نمبر ڈائری میں درج تھا۔ اپنی سرخ ہوتی ناک کو صاف کر کے اس نے نمبر ملایا۔ بیل جاری تھی پھر کال ریسیو کر لی گئی تھی۔ اب اس کی آواز آرہی تھی۔

''ہیلو.....'' وہ کہہ رہا تھا۔

''داؤد عالم صاحب! میں نے زندگی بھر آپ جیسا گھٹیا انسان نہیں دیکھا۔ حیرت ہے میری اس قدر شدید نفرت کے باوجود آپ لوگوں نے ہمارے گھر وہ سب ساز و سامان بھیجنے کی ہمت کیسے کر لی؟ اور ہاں یاد رکھنا داؤد عالم..... وہ اور لڑکیاں ہوں گی جن سے کبھی تمہارا واسطہ پڑا ہوگا..... ماریہ قطب الدین نہیں..... تم مجھے خوار کرنے کا دعویٰ کرتے تھے اور میں کہتی ہوں میں تمہیں خوار کروں گی..... اس قدر رسوا کروں گی کہ تم اپنے آپ سے بھی نظر نہ ملا سکو گے..... جس طرح میں بالکل تنہا ہوتی جا رہی ہوں..... تم بھی ہوتے جاؤ گے دیکھنا ذرا.....'' اس کی آواز پہچان کر ماریہ نے دل کی ساری بھڑاس نکالی اور پھر اس کی کوئی سنے بغیر ریسیور کریڈل پر رکھنے کی بجائے اسٹینڈ پر پٹخ دیا اور نئے سرے سے رونا شروع کر دیا اور پھر سے کمرے میں بند ہوگئی۔

سارا دن بغیر لباس بدلے' کچھ کھائے پیئے بغیر کمبل سر تک تانے وہ لیٹی رہی۔ کتنے دنوں سے آنسو بہا رہی تھی۔ اب تو آنکھیں بھی خشک ہوگئی تھیں۔ عصر کے قریب جب کمرے کی گھٹن اور حبس سے جی گھبرانے لگا تو باتھ روم میں گھس گئی۔ نہا کر ایک سادہ سا سوٹ نکال کر زیب تن کیا اور باہر نکل آئی۔ سب نے ہی اسے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔ امی' چچی' تائی' دادی جان' نور باجی' بھابیاں' بچے سب ہی خوش تھے۔ وہ بھی خاموشی سے سب میں شامل ہوگئی۔

رات کو حمزہ' زویا' نازیہ' نور باجی اور بچوں کا آؤٹنگ کا پروگرام تھا۔ اسے بھی سب نے گھسیٹنا چاہا۔ اس نے منع کر دیا تو دادی جان نے ٹوک دیا۔

''چلی جاؤ بچے! طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔ اس طرح گھر میں بند رہ کر تو اور طبیعت خراب ہوگی۔'' محبت سے اس کی پیشانی چومتے انہوں نے کہا تو اسے احساس ہوا کہ اس کے ساتھ تو جو کچھ بھی ہوا وہ ایک طرف..... وہ سب کے ساتھ کیا کر رہی ہے؟ ایک دفعہ پھر وہی سب غلطیاں اور بے وقوفیاں دہرا رہی ہے۔ انسان ایک دفعہ ٹھوکر کھا کر سیکھ جاتا ہے اور وہ بار بار ٹھوکر کھانے کے کام کر رہی ہے۔ اس نے اپنے آپ کو ڈانٹا۔ کپڑے تو نہ بدلے البتہ ہونٹوں پر لپ اسٹک لگالی۔ شال لے کر جب وہ باہر آئی تو وہاں لاؤنج میں تجمل آنٹی اور انکل آئے بیٹھے تھے۔ وہ بغیر ان سے ملے سائیڈ سے ہو کر وہاں سے نکل آئی۔

آؤٹنگ کے دوران خوب ہلا گلا کیا گیا تھا۔ وہ لوگ پارک میں آئے تھے۔ بچوں کے ساتھ حمزہ خود بچہ بنا ہوا تھا پھر نور باجی بھی اس کی طبیعت کی تھیں۔ خوب لطیفے سنا سنا کر ایک دوسرے کو محظوظ کرتے رہے۔ حمزہ بچوں کو لے کر جھولوں کی طرف چلا گیا تو نور باجی اپنے بچے کو سنبھالتی نازیہ کے ساتھ پارک کے ایک کونے میں مٹی کے برتن

بیچنے والے آدمی کے پاس جا کر برتن دیکھنے لگیں۔ وہ زویا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔

''آؤ ماریہ! ہم بھی گھومیں۔ یہ کیا ایک ہی جگہ آ کر بیٹھ گئے ہیں۔ ذرا مزا نہیں آ رہا۔'' اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ کہہ رہی تھی۔ ماریہ نے ہاتھ جھٹکنا مناسب نہ سمجھا۔ خاموشی سے اس کے ساتھ ہو لی۔ وہ دونوں پارک سے گزرتے ہوئے دوسری جانب جا رہی تھیں۔ درختوں کے اندھیرے میں زویا نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔ وہ تیز قدم اٹھاتی پیچھے ہٹ گئی تھی۔

''زویا......'' وہ واپس کیوں پلٹی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ عقب سے کسی سے ٹکرا گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ سیدھی ہوتی۔ اس کی کلائی پر گرفت مضبوط ہو چکی تھی۔

''داؤد بھائی پلیز! میں نے رسک لیا ہے۔ پلیز خیال رکھیے گا۔ کوئی ایسی حرکت نہ کیجیے گا کہ مجھے پچھتانا پڑے۔'' وہ پتھر بنی اپنے اس قدر قریب کھڑے شخص کو دیکھ رہی تھی جب زویا کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

''تو زویا نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے؟'' ماریہ نے سوچا۔

''پلیز ماریہ! غلط مت سمجھنا۔ تم جو بھی رویہ اپنائے ہوئے تھی۔ اس کے لیے یہ سب بہت ضروری تھا۔ تم داؤد بھائی کی بات سن لو پھر کوئی فیصلہ کرنا۔'' وہ آرام سے اسے کہہ کر تیز تیز قدم اٹھاتی نظروں سے غائب ہو گئی اور اس کے ساکن وجود میں حرکت پیدا ہوئی تھی۔

''چھوڑو مجھے۔ تمہیں ہمت کیسے ہوئی...... یہ سب کرنے کی......'' اگلے ہی لمحے وہ پھنکاری تھی۔

''نور باجی سے میری بات ہو چکی ہے۔ وہ حمزہ کو سنبھال لیں گی۔ تم چلو میرے ساتھ۔'' اس کے سوال کے جواب میں اس نے اس کا بازو گھسیٹا۔

''چھوڑو مجھے نہیں جاؤں گی میں تمہارے ساتھ کہیں بھی...... دھوکے سے لائے ہو تم لوگ مجھے۔'' وہ چیخ رہی تھی۔ مزاحمت کر رہی تی۔ لیکن داؤد عالم کے ہلکے سے دباؤ سے وہ کھنچتی چلی جا رہی تھی۔

''میں شور مچا دوں گی۔ اگر تم نے میرا بازو نہ چھوڑا تو......'' وہ چیخی تھی۔ مگر ادھر اثر کہاں تھا۔ وہ اسے لے کر پارکنگ میں کھڑی گاڑی کے پاس آیا تھا۔ لاک کھولا اور اسے اندر گھسیٹ دیا۔

''دروازہ کھولو...... داؤد عالم تم اچھا نہیں کر رہے۔ پچھتاؤ گے تم......'' وہ رو دی۔ دوسری طرف آ کر بیٹھتے ہوئے اس نے اگنیشن میں چابی گھمائی ور پھر اس کی طرف پلٹا جو ہاتھوں میں چہرہ دیے رو رہی تھی۔

''آخر تم اتنی جذباتی کیوں ہو......؟'' وہ اب مکمل طور پر متوجہ ہوا تھا۔ ماریہ نے تڑپ کر ہاتھ ہٹائے آنسوؤں سے بھری شکایتی نظریں اس کے چہرے پر جمائیں۔

''تم اچھا نہیں کر رہے...... پچھتاؤ گے تم......'' وہ پھر رو دی تو داؤد نے ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی۔ ماریہ نے دوبارہ رونا شروع کر دیا اور پھر کافی دیر تک آنسو بہاتے رہنے کے بعد اچانک احساس ہوا تو ہاتھ ہٹا کر دیکھا۔

''تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو......؟'' وہ خوفزدہ ہوئی تھی۔ رات کے اندھیرے میں کچھ سمجھ نہیں پائی تھی۔

''افق کے اس پار۔'' دوسری طرف سے کافی غیر سنجیدہ جواب موصول ہوا تھا۔ اس کے آنسو پھر بہہ نکلے۔

''داؤد دیکھو اگر تم مجھے کسی ایسی ویسی جگہ پر لے گئے تو میں جان لے لوں گی اپنی بھی اور تمہاری بھی......'' آنسو پھر بہہ نکلے۔

''وہ تو پہلے ہی تم پر فدا ہو چکی ہے۔ خالی جسم کا کیا کرو گی؟'' ادھر تو جیسے اثر ہی نہ تھا۔

''داؤد! میں سچ کہہ رہی ہوں۔ گاڑی روکو ورنہ میں کود جاؤں گی۔''

''دروازہ لاک ہے۔ اس لیے اگر تم یہ حماقت کرو گی بھی تو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہ گاڑی ایک دوست کی ہے اس سے مانگ کر لایا ہوں۔ تمہیں اگر کچھ ہو گیا تو وہ بے چارہ پھنس جائے گا۔'' نہایت سکون سے جواب ملا تھا۔ ماریہ کا طیش کے مارے برا حال ہو گیا۔ ایک دم ہاتھ مار کر اسٹیرنگ گھما ڈالا۔ وہ جو توقع ہی نہیں کر رہا تھا۔ ایک دم بوکھلا گیا۔

''میں زندہ تو تمہارے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی۔ اب لاش ہی ملے گی تمہیں۔ بیٹھ کر ماتم کرنا' روتے رہنا ساری عمر۔'' وہ اس وقت مرنے یا مار دینے کا سوچے ہوئے تھی۔ وہ جو اسٹیرنگ سے اس کے ہاتھ ہٹانے میں ناکام ہوا تھا۔ اس نے بازو بڑھا کر اسے اپنے شکنجے میں لے کر دوسرے ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھالتے پاؤں بریک پر رکھ کر اس کی ساری مزاحمت بے کار کی۔

''تم واقعی جنگلی ہو پوری کی پوری۔ عزت راس نہیں ہے تمہیں۔'' وہ ایک دم خونخوار ہو کر اس کی طرف پلٹا تھا۔ گاڑی رک چکی تھی۔ وہ اس کے بازو کے حلقے میں تھی۔ اس کے اس طرح بولنے پر سہم کر اس کے کندھے پر سر رکھ کر رو دی۔ وہ لب بھینچے ساکت رہا۔

''کیسی آفت ہے لڑکی۔ زویا کہتی ہے یہ بدل گئی ہے مگر مجھے تو اس میں ایک چیز بھی بدلی نہیں لگ رہی۔ ویسی کی ویسی ہے۔ مرنے مارنے کو تیار۔'' اس کے بالوں میں ہاتھ رکھ کر اس نے ہلکا سا دباؤ ڈالا تھا۔ وہ فوراً سیدھی ہوئی تھی پھر بغیر اس کی طرف دیکھے رخ موڑ کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اپنی بے خبری پر اسے رہ رہ کر تاؤ آنے لگا۔ وہ اس کے حصار میں تھی۔ اس کے کندھے پر سر رکھے رو رہی تھی۔ ماریہ کو خود پر غصہ آنے لگا۔ داؤد نے مسکرا کر اسے دیکھا اور گاڑی اسٹارٹ کی۔ رات کے اندھیرے میں ہر منظر غیر واضح تھا۔ بس گاڑی تیزی سے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ داؤد نے نظر گھمائی۔ وہ سوں سوں کرتی انگلیاں مروڑتی دیکھنے کے قابل لگ رہی تھی۔

پھر اچانک گاڑی کو بریک لگ گئی۔ وہ چونک گئی یہ جانی پہچانی جگہ تھی۔

اتریں مادام! آ گئی ہے ہماری منزل۔ میرا ارادہ تھا کہ گاڑی میں اچھے خاصے مذاکرات ہو جائیں گے۔ خوامخواہ دوست کا احسان بھی لیا لیکن تمہارے تیور دیکھ کر میں تو ڈر ہی گیا تھا۔ عافیت اسی میں تھی کہ کسی پرسکون جگہ بیٹھ کر آرام سے بات کر لی جائے۔'' اس کی طرف آ کر گاڑی کا دروازہ کھول کر جھکتے ہوئے اس نے ساری بات بتائی۔

''مجھے کوئی بات نہیں کرنی۔ بس مجھے واپس جانا ہے۔'' وہ اس وقت اسے اپنے گھر میں لے کر آیا تھا۔ وہ اب پہچان گئی تھی کہ وہ کہاں ہے؟

''نو میڈم! جب تک ساری بات کلیئر نہیں ہو گی آپ یہاں سے ہلیں گی بھی نہیں...... چلو آؤ۔'' اس نے دوبارہ کہا تھا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی تو داؤد نے اس کا بازو پکڑ کر اسے باہر کھینچا۔

''تم کیوں چاہتی ہو کہ میں تمہیں بار بار چھوؤں......'' وہ کہہ رہا تھا وہ فوراً گاڑی سے اتر گئی۔

''شٹ اپ۔ تم مجھ سے اس طرح کی بات مت کرو۔ نہیں جانا مجھے تمہارے گھر سمجھے تم؟'' اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کرتے وہ چیخی بھی تھی لیکن داؤد نے دروازہ لاک کر کے گیٹ کے پاس جا کر لاک کھولا اور پھر اسے اسی طرح پکڑے اندر کی طرف بڑھتا چلا گیا تھا۔

ڈرائنگ روم میں لا کر اس نے اس کا بازو چھوڑ دیا تھا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر تمام لائٹس آن کی تھیں۔ کمرہ روشنی میں نہا گیا۔

''بیٹھو۔'' وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ روشنی میں اس کے چہرے کے خدوخال واضح ہو رہے تھے۔ رونے سے چہرہ کافی سرخ ہو چکا تھا اور ناک بھی دہکتا انگارہ بنی ہوئی تھی۔

''کیا پیو گی...... بلکہ یہ بتاؤ کیا خدمت کروں میں تمہاری؟'' وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ داؤد نے صلح جو انداز میں پوچھا تو وہ اسے پھاڑ کھانے والی نظروں سے دیکھنے لگی۔

''زہر......'' انداز بھی زہر بھرا تھا۔ وہ کھل کر مسکرایا۔

''زہر کیوں...... بلکہ اپنی محبت کا امرت گھول کر پلاؤں گا بشرطیکہ تم آرام سے بیٹھ جاؤ۔'' وہ اس کی اس بات پر ادھر ادھر جھانکنے لگی۔ وہ مسکراتا چلا گیا تھا۔ واپس لوٹا تو ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں اور کولڈ ڈرنکس کے گلاس تھے۔

''اپنے گھر میں تو تم نے منہ پھٹ انداز میں مہمان داری کرنے سے انکار کر دیا تھا مگر میں ایسا نہیں ہوں۔ کھاؤ یہ سب اور میری امی کے ذائقے کی داد دو...... بلکہ یہ سب سیکھنے کی کوشش بھی کرنا۔ مجھے یہ سب بہت پسند ہے۔'' ٹرے ٹیبل پر رکھتے اس کی زبان مسلسل چل رہی تھی۔ وہ ناگواری سے دیکھنے لگی۔ کئی لوازمات تھے اس نے دوبارہ نظر نہ ڈالی۔

''میں یہاں یہ سب اڑانے نہیں آئی تھی۔ تمہیں جو کہنا ہے وہ کہو تاکہ میں اپنے گھر جا سکوں۔'' اس کے انداز میں ذرا بھر بھی رعایت نہیں آئی تھی۔

''تم بیٹھو تو سہی۔ تھانیداروں کی طرح کھڑی مجھے گھورے جا رہی ہو۔'' وہ ہنس رہا تھا۔ وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔ جانتی تھی کہ جب تک وہ اپنی منوانہ لے جانے نہیں دے گا۔ تاہم اس نے کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا۔

''میں نہیں کہتا کہ یہ ایک بڑی لمبی چوڑی داستان ہے لیکن یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ یہ یکطرفہ محبت نہیں تھی۔ یہ تب کی بات ہے جب میں امی کے ساتھ تم لوگوں کے گھر آتا تھا۔ تم اچھی تھیں اور مجھے تمہاری شرارتیں دلچسپ لگا کرتیں لیکن مجھے تم جس طرح ہدف بناتی تھیں تو مجھے تم پر غصہ بھی آتا تھا۔ یہاں سے جانے کے بعد تم لوگوں کی خیریت ملتی رہی اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہ تم کیسی ہو؟ اب تم کیا کر رہی ہو؟ رفتہ رفتہ میرا ذہن ایک واضح امیج بنا چکا تھا کہ تم ایسی ہو سکتی ہو یا ویسی؟ پھر ان دنوں جب جبین باجی کی شادی تھی تو امی تم لوگوں کے ہاں آئی تھیں۔ واپسی پر وہ کچھ تصاویر لے کر گئی تھیں۔ ان تصاویر میں ہنستی مسکراتی لڑکی مجھے بہت اچھی لگی تھی۔ امی اور جبین جس طرح خصوصی طور پر تمہارا ذکر کرتی تھیں۔ مجھے تمہیں روبرو دیکھنے کا تجسس پیدا ہو گیا لیکن میری مصروفیات ایسی تھیں کہ میں کبھی یہاں نہ آ سکا۔ یہاں جب امی اور ابو دوبارہ سیٹل ہوئے تو انہوں نے مجھے فون کر کے تمہارے متعلق بات کی تھی اور میں ایک دم سنجیدہ ہو کر سوچنے لگا تھا لیکن حنا جو ان دنوں یہاں امی ابو سے ملنے آئی ہوئی تھی' اس نے فون پر مجھے تمہارے متعلق تفصیلی بتایا تھا کہ تم کس قسم کی لڑکی ہو؟ کیسی ہو؟ ذمہ دار ہو کہ نہیں؟ تعلیم کے متعلق تمہارے کیا نظریات ہیں اور گھرداری میں تمہارا کیا رول ہے؟ یقین مانو ماریہ مجھے ہر معاملے میں تمہاری صفر کارکردگی کا جب علم ہوا تو بہت دکھ ہوا تھا۔'' وہ کوک لے کر اس کے سامنے والے صوفے پر آ بیٹھا تھا۔ وہ جو اس کی طرف سے چہرہ موڑے ایک ایک لفظ بغور سن رہی تھی بلکہ حیران ہو رہی تھی۔ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ بظاہر اسے دکھ ہونا چاہیے تھا لیکن وہ صرف سن رہی تھی۔

''میں اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا ہوں اور لاشعوری طور پر امی جان کی خواہش ایسی بہو کی ہے جو ان کے ساتھ ساتھ اس پورے گھر کی بھی ذمہ داری اٹھائے جب کہ تم یہ نہیں کر سکتی تھیں اور میں صرف پسند کی بنیاد پر اتنا بڑا رسک بھی نہیں لے سکتا تھا۔ اگر میں امی کی اس بات کو درست بھی مان لیتا کہ تم یہاں آ کر سیکھ لو گی تو تمہیں بہت ٹائم لگتا جب کہ میں اپنے گھر کے معاملے میں بہت حساس ہوں اور شاید تم سے شادی کر کے پچھتاتا بھی۔ اسی لیے میں کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ مجھے امی کو انکار کرنا چاہیے یا اقرار......؟'' ماریہ جو صرف اسے دیکھ رہی تھی اس کی بات پر ہونٹ بھینچ کر سر جھکا گئی۔ داؤد نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹرے میں پڑا گلاس اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا۔

''تم ساتھ ساتھ یہ لو...... ورنہ یہ گرم ہو جائے گا۔'' ماریہ نے خاموشی سے گلاس لے لیا تھا۔ وہ بھی اپنا گلاس لے کر دوبارہ صوفے پر جا بیٹھا۔

”میں اسی کشمکش و پیچ میں تھا کہ مجھے آنا پڑا۔ میں اپنے گھر سے جدا ہو کر کبھی نہیں رہا اور وہاں مجھے اتنے ماہ تمہارا رہنا پڑ رہا تھا اسی لیے میری کوشش تھی کہ میرا تبادلہ یہاں ہو جائے تاکہ وہاں کی پریشانی ختم ہو تب ایک دن نسرین آنٹی ہمارے ہاں آئیں۔ وہ امی سے تمہاری نالائقیوں اور بے وقوفیوں کا ذکر کر رہی تھیں۔ تب مجھے اندازہ ہوا کہ امی صرف اور صرف نسرین آنٹی کی محبت میں اتنی بڑی ذمہ داری اٹھا رہی ہیں جب کہ میں ایسا نہیں چاہتا تھا اور اتفاق سے ان کو واپسی پر لینے کے لیے زویا' نازیہ اور زوہیب بھائی آئے تھے۔ وہ نسرین آنٹی کو ہمارے گھر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ واپسی پر لینے آئے تو میری نازیہ اور زویا سے ملاقات ہوئی تو مجھے وہ دونوں اچھی لگیں۔ وہ زیادہ تر تمہاری ہی باتیں کرتی رہیں اور میں خاموشی سے سنتا رہا اور پھر میں واپس چلا گیا۔ وہاں جا کر مسلسل سوچنے پر ایک بات ذہن میں آئی کہ تم اتنی بری بھی نہیں ہو۔ اچھی عادت کی مالک ہو۔ بس گھر داری اور تعلیم کی طرف سے غفلت برت رہی ہو اور اگر میں اپنے لیے تمہارے اندر یہ احساس پیدا کروں تو تم اپنے آپ کو بدل لو۔ کیا ہی اچھا ہو اس خیال کا آنا تھا کہ میں ایک دم پرجوش ہو گیا اور پھر تمہارے گھر فون کیا تھا۔ فون نازیہ نے اٹھایا تھا۔ ہلکی پھلکی بات چیت کے بعد میں نے اندازہ لگایا کہ وہ میرا ساتھ دے سکتی ہے یا نہیں؟ زویا اور نازیہ دونوں مجھے قابلِ اعتبار لگیں اور پھر میں یہاں مستقل آ گیا۔ یہاں آنے کے فوراً بعد میں حنا کے ذریعے نازیہ اور زویا سے ملا تھا اور انہیں اپنے ساتھ ملانے کو کہا تھا۔ پہلے تو وہ نہ مانیں۔ ان کا خیال تھا کہ تم لوگ تو شادی کے چکر ہی میں نہیں آنے والی۔ دوسرا تم کبھی نہیں بدلو گی جب کہ میرے نظریات ذرا ہٹ کر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کی فطرت میں اتنی لچک ضرور رکھی ہے کہ وہ خود کو حالات کے دھارے پر موڑ سکے۔ تم بھی تو ایک لڑکی ہی ہو اور جس رخ سے میں تمہاری ذات میں انوالو ہونا چاہتا تھا وہ میرے لیے مشکل نہ تھا۔ بس ضروری یہ تھا کہ تم مایوس نہ ہو اور نہ ہی میں کچھ غلط کروں پھر اس کے بعد لائبریری آنا' روز تمہیں اسمائل پاس کر دینا یا سلام جھاڑ دینا تو صرف تمہیں اپنی طرف متوجہ کرنا تھا۔ نازیہ اور زویا مجھے اچھی طرح جانتی تھیں۔ وہ تمہارے غصے سے بھی باخبر تھیں اس لیے نازیہ تمہیں ٹھنڈا کر دیتی تھی۔ اس طرح یہ سب ہوتا چلا گیا۔“

وہ ہولے ہولے سپ لیتی سر جھکائے کافی پشیمان تھی۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اب کیا کرے؟ گلاس خالی کر کے خود اٹھ کر ٹیبل پر رکھ دیا۔

”کافی دیر ہو گئی ہے۔ مجھے اب چلنا ہو گا۔“ اپنی گھڑی دیکھتے ہوئے ماریہ نے سوچا۔

”ماریہ! تم یقین کرو۔ اس سب ڈرامے کا مقصد نہ ہی تمہاری ذات کو کوئی نقصان پہنچانا تھا اور نہ ہی تمہاری توقیر کم کرنا تھا۔ میں نے امی کو کچھ نہیں بتایا۔ وہ تو خوش ہیں کہ میں تم سے شادی پر رضامند ہوں اور یہ رضامندی میں تب ہوا جب یہ جان لیا کہ اب تم اس موڑ پر ہو کہ میں جس طرح چاہوں تمہیں اپنی خواہش کے مطابق ڈھال سکتا ہوں۔ محبت دنیا کی سب سے خوب صورت اچھائی ہے۔ تمہیں اپنی طرف انوالو کر کے میرا مقصد تمہاری انا ختم کرنا نہیں تھا۔ میرا صرف یہ خیال تھا کہ تم اپنے اندر اتنی لچک پیدا کر لو کہ جب میں شادی کر کے تمہیں اپنے گھر لاؤں تو تمہیں اس گھر کی ذمہ داری نبھانے میں کوئی اعتراض نہ ہو۔ دنیا کی ہر لڑکی سیکھ جاتی ہے یہ کام۔ ہماری حنا بھی بالکل تمہاری جیسی تھی لیکن امی نے اس کی شادی فوراً کر دی تھی۔ گھر کی ذمہ داریوں میں پڑ کر وہ سارا بچپنا بھول گئی اور مجھے تمہارے متعلق جو کچھ بھی علم ہوا اس سے صرف ایک ہی نتیجہ نکلتا تھا کہ تم حنا کی طرح سمجھو گی نہیں بلکہ سمجھاؤ گی۔ وہ بھی اپنے لیول پر آ کر اور مجھے صرف ایک ایسی عورت چاہیے تھی جو نہ صرف مجھے پسند ہو بلکہ اس میں تمام خوبیاں بھی ہوں۔ تم ایسی نہیں تھیں مگر میں تمہارے اندر اس خامی سے متعلق احساس تو اجاگر کر سکتا تھا اور میں نے صرف یہی کیا اور یہی میرا مقصد تھا۔“ وہ بالکل خاموش ہو گیا اور ماریہ کو لگا جیسے وہ ایک دم فیصلے کی دہلیز پر آ کھڑی ہوئی ہے۔

”ایم سوری۔ سب کہتے ہیں میں جذباتی ہوں۔ میں واقعی بہت جذباتی ہوں۔ مجھے جب فون پر آپ اور زویا کی گفتگو کا علم ہوا تو مجھے صرف یہی لگا کہ ایک غیر آدمی صرف میری ذات کے پرخچے اڑانا چاہتا ہے۔ میرے جذبات کو غلط روش پر ڈال کر صرف مجھے پامال کرنا چاہتا ہے...... ایم سوری۔“ وہ انگلیاں چٹخاتے اس وقت واقعی شرمندہ تھی۔ ”ایسے میں میرا ردِعمل کچھ غلط نہ تھا۔ میری زندگی بالکل ویسی ہی گزری ہے جیسی ابھی آپ نے ذکر بھی کیا ہے۔ میں بہت غیر ذمہ دار اور نالائق قسم کی لڑکی واقع ہوئی ہوں اور واقعی زویا اور نازیہ کی ہر وقت باتوں سے میرے اندر یہ احساس پیدا ہونے لگا کہ میں ان کی طرح نارمل انداز میں زندگی کو نہیں لے رہی اور پھر آپ کا بھی خیال رہتا تھا مگر واقعی میں اس طرح کی لڑکی نہ تھی لیکن زویا اور نازیہ کی ہر وقت کی جانے والی برین واشنگ نے ہی میرے اندر آپ کا احساس جگایا تھا۔ ان کی ہر وقت باتوں' چھیڑ چھاڑ' ہنسی مذاق نے ہی مجھے آپ کی طرف متوجہ کیا تھا' ورنہ شاید میں زندگی کے دوسرے نارمل امور کی طرح اس قسم کے جذبات سے بھی نابلد ہی رہتی...... اور پھر اس کے بعد جو بھی ہوا بحیثیت لڑکی غلط نہ تھا۔ کم از کم آپ کو مجھے سب بتانا چاہیے تھا۔ آپ نہیں تو زویا اور نازیہ تو تھیں ناں مگر انہوں نے آپ سے وعدہ نبھایا' میرا خیال نہ کیا۔ یہی اصل دکھ تھا جس کی وجہ سے میں اس حد تک جذباتی ہوتی چلی گئی۔“ وہ دونوں ہاتھ گود میں رکھے بالکل خاموش ہو گئی تھی۔ نظریں اپنے ہاتھوں پر جمائے وہ ناخنوں کو کھرچنے لگی۔

”چلیں جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا۔ اب کیا ارادہ ہے؟“ وہ مسکرا کر پوچھ رہا تھا۔ وہ اس کی بات کا مطلب سمجھ کر جھینپ گئی۔

”میں نے اب سوچ لیا تھا کہ میں بھی زویا اور نازیہ کی طرح گھر پر توجہ دوں گی۔ یہ ایک عورت کے لیے بہت ضروری ہے کہ سب سیکھے۔ میں نالائق ضرور ہوں' پھوہڑ نہیں۔ ان چند دنوں میں مجھے بہت اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہے۔“ اس کی بات کو نالنے پر اس نے گھور کر اسے دیکھا۔

”یہ تو میں جانتا ہوں کہ تم اب سیریس ہو ہی جاؤ گی۔ انسان کو صرف ایک جھٹکا ہی کافی ہوتا ہے۔ میں اپنی بات کر رہا ہوں۔ میرے گناہ معاف کیے جانے کے قابل ہیں کہ نہیں......“ وہ اپنے موڈ میں واپس لوٹ چکا تھا۔ ماریہ کو امید نہیں تھی کہ وہ براہِ راست اصل بات کی طرف آ جائے گا۔ اب بری پھنسی تھی۔

”آپ نے مجھے اتنی تکلیف دی ہے کہ میں آپ کو اتنی جلدی کبھی معاف کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ لائبریری سے لے کر اب تک ایک ایک حرکت قابلِ گرفت ہے۔“ اس نے آرام سے کہا۔

”کیا......؟“ وہ چیخا۔ ”تم ہوش میں تو ہو لڑکی......“ اس نے رعب جمانا چاہا تھا۔

”بالکل۔“ ماریہ پر کوئی اثر نہ تھا۔ وہ تاسف بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

”زیادہ خوش فہم ہونے کی ضرورت نہیں۔ بی۔ اے تو تمہیں کرنا ہی ہے...... بلکہ اس کے بعد بھی میں چاہوں گا کہ تم پڑھو۔“ اس نے اسے پڑھائی کا ڈر لوا دیا تھا۔ وہ ہنس دی۔

”کر لوں گی...... بلکہ میرا ارادہ ہے کہ کم از کم امی کی طرح بہت زیادہ نہیں تو ایم۔ اے تو ضرور کروں گی۔ یہ کیا اتنی لائق فائق تعلیم یافتہ ماں کی بیٹی صرف ایف۔ اے پاس اچھی لگتی ہے کیا...... بلکہ پہلے اپنی تعلیم مکمل کروں گی پھر امی کی طرح ٹیچنگ کروں گی اور پھر اس کے بعد......“ وہ شرارت سے کہہ رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ اس کا پروگرام لمبا ہوتا داؤد نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

”بس...... زیادہ پھیلنے کی ضرورت نہیں۔ میں صرف بی۔ اے تک انتظار کر سکتا ہوں۔ عورت کے لیے اصل چیز اس کا گھر ہونا چاہیے۔ بی۔ اے بہت ہے کہ یہ وقت کی ضرورت ہے۔ باقی رہنے دو...... بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ سب سیٹ ہوتا جائے گا...... اور اگر مجھے محسوس ہوا کہ تمہیں تعلیم کی ضرورت ہے تو میں خود تمہاری مدد کروں گا لیکن ابھی نہیں۔“

”اچھا جی......“ وہ ہنس دی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے کوئی تکڑا سا جواب دیتا اس کا موبائل بج اٹھا۔ اس نے بھنا کر اسے دیکھا۔ موبائل کی یہ مداخلت اسے بہت گراں گزری اس وقت۔ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر ماریہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی تھی۔

”تمہیں تو میں ابھی دیکھتا ہوں۔ پہلے اس رقیب روسیاہ سے نمٹ لوں۔“ وہ جھینپ گئی تو وہ موبائل سننے لگا۔

”داؤد بھائی بڑی بری بات ہے۔ مجھے گھر سے جوتے پڑوانے کا ارادہ ہے کیا...... آپ ایک گھنٹہ کہہ کر آئے تھے اب ڈھائی گھنٹے ہو رہے ہیں۔ خدارا کچھ تو احساس کریں۔ گھر سے آپ کے والدین رخصت ہو چکے ہیں اور آپ ہیں کہ...... جہاں کہیں بھی ہیں فوراً پہنچیں۔“ دوسری طرف زویا تھی جو حمزہ کے موبائل سے کال کر رہی تھی۔ داؤد نے ایک گہری سانس لی۔

”اگر میں نہ آؤں تو......“ اپنے سامنے کھڑی ماریہ پر ایک گہری نگاہ ڈال کر کہا۔

”ارے...... یہ حوصلوں کے عَلم اتنے بلند کیسے ہو گئے...... محترم بھائی صاحب! لگتا ہے کہ مذاکرات کافی کامیاب رہے ہیں۔“ زویا داؤد کے لہجے کی کھنک کو محسوس کر کے کہہ رہی تھی۔ وہ ایک دم قہقہہ لگا گیا۔

”بہت زیادہ۔ میرا تو دل چاہ رہا ہے اسی وقت کسی قاضی وغیرہ کا انتظام کروں۔“ ماریہ کے قریب آ کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس نے کہا۔ موبائل آف کر کے جیب میں ڈالتے ہوئے وہ ماریہ کی طرف خفیف سا جھکا۔

”اور آپ کا فرماتی ہیں مادام......؟ سیدھے قاضی کے پاس نہ چلے چلیں۔ ایمان سے یہ دل بڑا بے ایمان ہو رہا ہے اس وقت۔“ دل پر ہاتھ رکھ کر وہ خاص فدویانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ ماریہ فوراً پیچھے ہٹ گئی۔

”نہ...... نہ...... نہیں...... گگ...... گھر چلیں...... بہت دیر ہو گئی ہے۔“ اس جیسی پراعتماد لڑکی بھی کنفیوز ہو گئی تھی۔ وہ اسے دیکھے گیا تھا۔ وہ مزید خود میں سمٹی تھی۔

”آ ہاہ...... پر دل بھی کیا چیز ہے...... اچھے بھلے ہوش مند شخص کو بھی پاگل کر دیتا ہے۔“ وہ گنگنا کر پوچھ رہا تھا۔ وہ چیخ اٹھی۔

”داؤد پلیز!“ اس کی آنکھوں میں قطرے چمکنے لگے۔ وہ مسکرایا۔

”تم بھی ناں......“ ماریہ کے گھورنے پر وہ ہنسا۔

”ٹھیک ہے چلتے ہیں۔ کل اچھی طرح ڈریس اپ ہونا۔ میں آؤں گا اور اگر تمہارے گھر والوں نے اجازت دی تو ایک اچھا سا ڈنر بھی باہر کریں گے۔“ وہ منصوبہ بنا رہا تھا اور ماریہ نے مسکراتے ہونٹوں اور جھلملاتی آنکھوں سے دیکھا۔

یہ میری قسمت کا درخشاں ستارہ تھا۔ شکر ہے اپنی نالائقیوں سے اسے کھو نہیں دیا۔ وہ نہ جانے اور بھی کیا کہہ رہا تھا۔ وہ تو بس اسے دیکھ رہی تھی۔ صرف اپنی قسمت کے درخشاں ستارے کو محسوس کر رہی تھی۔

”یا اللہ! تیرا شکریہ۔“ وہ دل ہی دل میں اللہ کا شکر بجا لائی کہ یہ خالص نایاب موتی اسی کی عنایت تھی۔